بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

زیرِ سرپرستی:

عزیزِ ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبدالحفیظ صاحب قبلہ

سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

ربیع الاول ۱۴۳۸ھ | دسمبر ۲۰۱۶ء | جلد نمبر ۴۰ شمارہ ۱۲

ترسیل زرو مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور

اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur. Azamgarh

(U.P.) India. 276404

قیمت عام شمارہ: 20 روپے

سالانہ: 200 روپے

چیک اور ڈرافٹ

بنام

مدرسہ اشرفیہ

بنوائیں

کوڈ نمبر ———— 05462

دفتر ماہنامہ اشرفیہ ———— 250149

الجامعۃ الاشرفیہ ———— 250092

دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ

500 روپے

دیگر بیرونی ممالک

20 $ امریکی ڈالر　15 £ پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org　E.mail: ashrafiamonthly@gmail.com

مولانا محمد ادریس مصباحی نے نشاط آفسیٹ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

مشمولات

اداریہ — مذہبی تحریروں کی معنویت دورِ حاضر میں — مبارک حسین مصباحی — ۳

تحقیقات

علمی تحقیق — اسمائے صحابہ اور کنیتیں — محمد عرفان حفیظ عطاری — ۹

فقہیات

آپ کے مسائل — کیا فرماتے ہیں............. — مفتی محمد نظام الدین رضوی — ۱۴

نظریات

فکر امروز — استاد اور شاگرد کو کیسا ہونا چاہیے — محمد شاہد علی اشرفی فیضانی — ۱۶

اسلامیات

شعاعیں — نبیِ رحمت کی دعائیں دشمنوں کے لیے — حافظ محمد ہاشم قادری — ۱۹

شخصیات

انوارِ حیات — حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا عشقِ رسول — پروفیسر فاروق احمد صدیقی — ۲۳

بزمِ دانش

فکر و نظر — ایک نشست میں تین طلاق اور تعددِ ازدواج — مولانا محمد ناظم علی مصباحی/ مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی — ۲۸

ادبیات

گوشۂ ادب — شیخ الاسلام سید مدنی اختر کچھوچھوی کی نعتیہ شاعری — مولانا ثناء اللہ اطہر مصباحی — ۳۲

نقد و نظر — التصوف یکافح الارھاب.../زبدۃ الفکر فی مسائل نزہۃ النظر — تبصرہ نگار: محمد طفیل احمد مصباحی — ۴۰

خیابانِ حرم — نعتیں — سید شمیم احمد گوہر/شمسی قریشی — ۴۲

وفیات

سفر آخرت — مولانا شمس الدین عزیزی کا سفرِ آخرت/ قاری شمشاد علی قادری قرآن کے سچے خادم — ۴۳

مکتوبات

صدائے باز گشت — محمد کلیم اشرفی رضوی/ محمد اختر علی واجد القادری/ محمد شمیم اشرف ازہری/ محمد ابوہریرہ رضوی/ محمد فیضان سرور اورنگ آبادی — ۴۴

سرگرمیاں

جماعتی سرگرمیاں — مارہرہ میں ارباب صحافت و خطابت کا نمائندہ اجلاس/ یتیم خانہ صفویہ کرنیل گنج میں دو روزہ زین العبا کانفرنس — ۴۹

خیر و خبر — ہدایت نگر پیلی بھیت میں آل انڈیا مفتی اعظم ہند کانفرنس/ علی گنج میں جشن عید میلاد النبی ﷺ/ برہی نگر ابلیا میں شہدائے کربلا کانفرنس/ اے. ایم. یو. میں ایم. ایس. او. کا پروگرام/ مظفر پور میں شفیع محشر کانفرنس/ پرسونی بازار میں صوفی فخر الدین علیہ الرحمہ کا سالانہ عرس/ مولانا کلیم اللہ مصباحی کو پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض — ۵۳

اداریہ

مذہبی تحریروں کی معنویت دورِ حاضر میں

مبارک حسین مصباحی

پیش نظر تحریر ہم نے ۱۱ر نومبر ۲۰۱۶ء کو مارہرہ مطہرہ میں عرس قاسمی کے موقع پر منعقد ”ارباب صحافت و خطابت کا نمائندہ اجلاس“ میں پیش کرنے کے لیے لکھی تھی، اس موضوع پر مضمون نگاری کے لیے ہمارے داعی تھے شہزادۂ امینِ ملت حضرت سید شاہ محمد امان میاں قادری ولی عہد خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ، محب مکرم ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی جوائنٹ سکریٹری البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی علی گڑھ نے بحیثیت ناظم اجلاس فرمایا کہ اس نشست میں آپ ”ہندوستان کے موجودہ سلگتے حالات“ پر کچھ گفتگو کردیں، ہم نے بخوشی ہاں میں جواب دیا۔ نوٹ بندی کا مسئلہ، ایک نشست میں تین طلاق کا مسئلہ اور یکساں سول کوڈ کا مسئلہ اور دیگر سلگتے ہوئے مسائل پر گفتگو کرنے کا شرف حاصل کیا۔ اس اجلاس کی روداد اسی شمارے میں شامل ہے۔

اس عنوان میں چند قیدیں ہیں، تحریریں مذہبی ہیں، غیر مذہبی نہیں، اگر ہر قسم کی تحریریں ہوں تو گفتگو بہت طویل ہوجائے گی، اس طرح تحریریں ہیں، تقریریں، مناظرے اور مباحثے نہیں۔ اگر علماے اہلِ سنت کی تقریروں پر گفتگو کی جائے تو بڑی حد تک قابلِ اصلاح پہلو سامنے آجائیں گے۔ عہدِ حاضر میں قریب ۹۰ر فیصد تقریریں، اصلاح و تنقید کے مواقع فراہم کرتی ہیں۔ بحث ”معنویت“ کے لحاظ سے ہے، جن تحریروں کی معنویت نہیں ہوتی ان کی بھی اکثریت ہے، آخر میں عہدِ حاضر کی روشنی میں گفتگو کرنا ہے، عہدِ ماضی میں جو کچھ ہوا، یا آئندہ جو کچھ ہونے والا ہے، ان گوشوں پر گفتگو متروک رہے گی۔ ہاں بطور مشورہ مستقبل کے تعلق سے کچھ عرض کرنے کی گنجائش ہوگی۔

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ بحث تحریروں کے تعلق سے ہے، شخصیات کے تعلق سے نہیں، اس لیے جو تحریریں اپنی معنویت کے اعتبار سے عہدِ حاضر میں پڑھی جارہی ہیں، جن تحریروں کو عہدِ حاضر میں مقبولیت حاصل ہے اور جن کی بنیاد پر مذہبی امور اور مسائل حل کیے جائے رہے ہیں، وہ سب مراد ہیں۔

مذہبی تحریروں میں قرآن مقدس، تراجم قرآن، احادیثِ نبویہ، احادیثِ نبویہ کی توضیحات و تشریحات، ان دونوں مضبوط بنیادوں سے مستنبط مسائلِ شرعیہ اور پھر اجماع و قیاس کا استعمال کرکے شرعی احکام و مسائل کا استنباط، ان چاروں اہم بنیادوں پر فقہ حنفی، فقہ شافعی، فقہ حنبلی اور فقہ مالکی جیسے فقہ اسلامی کے چار بڑے مراکز سامنے آتے ہیں۔ ان چاروں مراکزِ فقہ میں شرعی اختلافات اور ہر مرکزِ فقہ میں داخلی جزوی اختلافات یہ سب مسلمات ہیں۔ مگر ان سب اختلافات کے باوجود باہم دست و گریباں کا کوئی دردناک منظر سامنے نہیں آیا اور اگر آیا بھی ہوگا تو وہ کسی فردِ واحد، یا جہلا کی جہالت کی وجہ سے ہوگا، شرعی طور پر مجتہد اللہ تعالیٰ کی طرف سے کم یا زیادہ اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ یہ تمام چیزیں عہدِ حاضر میں قابلِ توجہ ہیں۔ یہ چاروں فقہی مسالک کم و بیش عالمِ اسلام میں پائے جاتے ہیں، بر صغیر میں امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے علمی اور فقہی گروپ کے ماننے والوں کی کثرت ہے، بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ نظامِ حکومت جاری رکھنے کے لیے سب سے زیادہ مقبول فقہ حنفی ہے۔ جن چند ممالک میں کبھی مسلم بادشاہوں نے شریعت کا نفاذ کرنا چاہا تو انھوں نے فقہ حنفی کو ترجیح دی۔ اگرچہ خود ان بادشاہوں کے اپنے مسالک غیر حنفی تھے۔

قرآن عظیم اور تفاسیر: یہ ایک سچائی ہے کہ قرآن عظیم اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ مقدس کتاب ہے جو مکمل اور تنہا روے زمین پر اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ اس میں کمال امت کا نہیں بلکہ خود اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

”اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝“ (سورہ حجر، آیت:۹) ترجمہ: ”بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔“

یہ اللہ تعالیٰ کا انتہائی مستحکم ذمہ کرم ہے، قرآن عظیم دنیا کے ہر گوشے میں قراءت حفص، قراءت سبعہ وغیرہ کی روشنی میں پڑھا جارہا ہے، اس کا نمازوں میں پڑھنا بھی لازمی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے "فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ "۔(سورہ مزمل، آیت:۲۰)　　ترجمہ: "توجتنا قرآن میسّر ہو پڑھو۔"

اس وقت ہمیں بحث کرنا ہے قرآنی تراجم کی، دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے ہیں، ہورہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ سرِ دست ہم بات کریں گے اردو تراجم کی توان کی تعداد بھی قابلِ ذکر ہے۔ علماے اہلِ سنت کے تراجم سب کے سب حق ہیں۔ ان میں امام احمد رضا بریلوی کا ترجمہ کنزالایمان سب سے زیادہ مشہور اور مقبول ہے۔ دیگر معروف تراجم میں محدثِ اعظم ہند کچھوچھوی اور علامہ احمد سعید کاظمی وغیرہ علماے اہلِ سنت کے تراجم بھی مطبوعہ اور اہمیت کے حامل ہیں۔

قرآن عظیم کی تفاسیر بھی کثیر ہیں۔ انھیں ہم تین درجوں میں رکھ سکتے ہیں: (۱) مختصر (۲) متوسط (۳) مفصل۔

مختصر تفسیروں میں حضرت صدر الافاضل شاہ محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ کی تفسیر "خزائن العرفان" ہے، جو حضرت مصنف نے "کنزالایمان" کے حاشیے کے لیے تحریر فرمائی تھی، اردو داں طبقات میں یہ بہت معروف و مقبول ہے، اس ترجمہ اور تفسیر کے تراجم ہندی، انگریزی اور گجراتی وغیرہ زبانوں میں بھی ہو چکے ہیں۔ مختصر انداز کی علماے اہلِ سنت کی متعدّد تفسیریں ہیں جو شائع بھی ہو رہی ہیں اور تالیانِ قرآن انھیں حاصل بھی کر رہے ہیں۔ "نور العرفان" قدرے تفصیلی ہے، اس کے مصنف حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ ہیں، اسی طرح اور تفسیریں بھی اہم ہیں۔ متوسط اور مفصل انداز کی تفسیروں میں "ضیاء القرآن، تفسیر نعیمی، روح البیان، تبیان القرآن، روح المعانی تفسیر اشرفی، تفسیر رضوی، تفسیر الحسنات، تفسیر مصباحین اردو، شرح تفسیر جلالین تفسیر مدارک التنزیل مترجم اردو، تفسیر مظہر القرآن وغیرہ ہیں۔ ان تفسیروں میں قرآنی علوم و معارف کے خزانے ہیں، مذکورہ تفسیروں میں بھی چند عربی سے اردو میں ترجمہ کی گئی ہیں۔ عربی اور فارسی میں تو تفاسیر کے بے شمار علمی اور تفصیلی خزانے ہیں۔

احادیث نبویہ: عہدِ رسالت کے بعد احادیثِ نبویہ کی جمع و تدوین میں محدثین و ناقدین نے حیرت انگیز محنتیں فرمائی ہیں۔ درجنوں مجموعے مرتب ہوئے، ان میں حسب ذیل صحاح ستہ یعنی چھ کتابوں کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ (۱) الجامع الصحیح للبخاری (۲) الجامع الصحیح للمسلم (۳) جامع الترمذی (۴) السنن للنسائی (۵) السنن لابن ماجہ (۶) السنن لابی داؤد۔ یہ اہم مآخذ عربی میں ہیں، ان کے گراں قدر تراجم اردو زبان میں بھی ہو چکے ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ بہت مقبول اور متعارف ہیں۔ ان کتب کی شروحات ہمارے علما اور مشائخ نے اردو زبان میں فرمائی ہیں۔ "نزہۃ القاری" مکمل اور بہت مقبول ہے۔ اس کے مصنف فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ ہیں، بخاری شریف کی شرح نعمۃ الباری شرح صحیح البخاری از علامہ غلام رسول سعیدی، فیوض الباری شرح صحیح البخاری از علامہ محمود احمد رضوی، صحیح بخاری شریف کا ترجمہ تحقیق اور تخریج از علامہ محمد محی الدین جہاں گیر، بخاری شریف کی چند دیگر شروحات بھی مطبوعہ ہیں۔ مسلم شریف کی شرح علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمۃ نے فرمائی ہے۔ اس کی اولین اشاعت المجمع المصباحی مبارک پور سے ہم نے کی تھی، اب دیگر حضرات بھی شائع فرما رہے ہیں۔ شرح سنن ابن ماجہ، سنن نسائی مترجم، شرح مسند امام اعظم، صحیح ابن خزیمہ مترجم، صحیح ابن حبان مترجم، مستدرک حاکم اردو، شرح مسند امام زید، سنن بیہقی مترجم، شرح ریاض الصالحین، کتاب الآثار اردو، الترغیب والترہیب اردو۔ مشکوٰۃ المصابیح بھی حدیث کا گراں قدر مجموعہ ہے، اس کی فارسی شرح بنام اشعۃ اللمعات حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے فرمائی، اب اس کا ترجمہ بھی علماے پاکستان نے مکمل فرما لیا ہے، مشکوٰۃ شریف کی ایک انتہائی مفصل شرح حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ نے فرمائی جو ہندوستان میں بھی متعدّد مقامات سے شائع ہو رہی ہے۔ مؤطا امام مالک اور مؤطا امام محمد کی اردو شرح بھی ہو چکی ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنی تصانیف میں جن حدیثوں کو پیش فرمایا تھا، انھیں حضرت مولانا محمد حنیف خاں بریلوی نے "جامع الاحادیث" کے نام سے متعدّد جلدوں میں جمع کر کے شائع فرمایا ہے، حضرت حافظِ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی کی "معارفِ حدیث" اور حضرت مفتی محمد جلال الدین امجدی کی "انوار الحدیث" بھی مقبول ہیں۔

اردو زبان میں احادیثِ نبویہ کے کثیر مجموعے ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

فتاویٰ: اس حوالے سے اہلِ سنت و جماعت میں کثیر کام ہوا۔ بین الاقوامی سطح پر فقہ اسلامی کے چار مسلک ہیں، فقہ حنفی، فقہ شافعی، فقہ حنبلی اور فقہ مالکی۔

اسلامی فقہ میں عربی زبان میں تو اہم ترین کتابیں ہیں مگر ہم سرِ دست بات کریں گے اردو زبان کے حوالے سے۔ اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ امام احمد رضا محدث بریلوی کی ۱۲؍ جلدوں پر مشتمل فتاویٰ رضویہ ایک اہم فقہی انسائیکلو پیڈیا ہے۔ بعد میں اس کی تخریج اور ترتیبِ جدید ہوئی تو اس کی تعداد ۳۰؍

جلدوں تک پہنچ گئی۔ تفہیم المسائل ۷؍ جلدیں، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، فتاویٰ اجملیہ، فتاویٰ مصطفویہ، فتاویٰ امجدیہ، فتاویٰ حافظِ ملت، فتاویٰ شارحِ بخاری، فتاویٰ فیض الرسول، فتاویٰ نوریہ، حبیب الفتاویٰ، فتاویٰ ملک العلما، فتاویٰ حامدیہ وغیرہ ہیں۔ فقہی کتابوں میں بہارِ شریعت بہت اہم ہے، بلکہ اردو زبان میں دوسری کوئی کتاب اس کے مدِ مقابل نہیں۔ قانونِ شریعت اور نظامِ شریعت بھی مقبول ہیں۔ متفرق مسائل پر تو اکابر اہلِ سنت کی کثیر کتب ہیں جن سے عام طور پر استفادہ کیا جاتا ہے۔

تصوف و روحانیت: اسلام کا یہ انتہائی اہم موضوع ہے، سرِ دست اس کی تشریح و توضیح کا موقع نہیں، اس سلسلے میں خانقاہوں، اور مدارسِ اہلِ سنت نے بڑا کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ اس موضوع پر عربی اور فارسی میں بڑا اہم کام ہوا ہے۔ تصوف کے سلسلے تو کثیر ہیں، مگر مشہور چار ہیں۔ سلسلہ قادریہ، سلسلہ چشتیہ، سلسلہ نقش بندیہ، سلسلہ سہروردیہ۔ ان میں اور دیگر سلاسل میں بے شمار علمی اور روحانی ذخائر ہیں۔ اس وقت ہم اردو زبان میں مترجم اور مستقل کتابوں کا ذکر کریں گے۔ احیاء العلوم، ریاض الصالحین، غنیۃ الطالبین، کیمیاے سعادت، کشف المحجوب، سراج العوارف، رسالہ قشیریہ، منہاج العابدین، مکتوبات امام ربانی، صدی، دوصدی، انوار العارفین، ہشت بہشت، جامع کرامات اولیا، فیضانِ سنت وغیرہ ہیں۔ اسی طرح ان کثیر روحانی سلسلوں اور ان کے بزرگوں کے احوال و کوائف پر بھی کثیر کتابیں ہیں۔

سیرت و سوانح: سیرتِ رسولِ اکرم ﷺ کے علمی اور عملی پہلوؤں کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔ اس کو آپ یوں سمجھیں کہ قرآن و حدیث کی فہم و تفہیم کے لیے سیرتِ رسول کا مطالعہ بھی اہم ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" (سورہ احزاب، آیت:۲۱)

ترجمہ: "بے شک تمھیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔"

اب اگر ہماری نگاہوں کے سامنے قرآن عظیم کی عملی تفسیر نہ ہو تو ہم کیسے جانیں گے کہ کس آیتِ کریمہ کا حقیقی مفہوم کیا ہے۔ اگر ہم نے عشقِ رسول کے ساتھ سیرتِ رسول کا مطالعہ نہیں کیا تو ہمارے پاس فکری گوشے تو ہوں گے، مگر ان کے عملی نمونوں سے ہم محروم رہیں گے، قرآن و حدیث کے فکری ذخائر تو ہوں گے مگر ان کی عملی تصویروں سے ہم خالی ہوں گے۔

سیرتِ رسول پر عربی اور فارسی میں تو کثیر ذخائر ہیں، جہاں تک اردو کی بات ہے تو سیرت ابن اسحاق اردو، یہ سیرت کی اولین کتب میں ہے۔ سیرت ابن ہشام مترجم اردو، یہ بھی اہم مآخذ ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی کتاب "مدارج النبوۃ" کا اردو ترجمہ ہے جو عشقِ رسول سے لبریز اور مستحکم روایتوں پر مشتمل ایک اہم ماخذ ہے۔ فضائل النبی ۶؍ جلدیں (جواہر البحار) از علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، سیرتِ محمدیہ ترجمہ مواہب الدنیہ، از علامہ امام قسطلانی، "سیرتِ رسول ﷺ" علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی کی ہے اور تفصیلی کتاب علامہ پیر کرم شاہ ازہری کی "ضیاء النبی ﷺ" ہے۔ "سیرتِ رسولِ عربی" از علامہ نور بخش توکلی، اسی طرح اور بھی بہت سی کتابیں ہیں۔

جہاں تک صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کی بات ہے تو جزوی طور پر تو بہت کچھ ہے مگر باضابطہ جامع تذکرہ سے اردو زبان میں ہم محروم ہیں۔

ماضی قریب و بعید کے بہت سے مشائخ عظام اور علماے کبار کے تذکار ہیں جنھیں بڑی محبتوں کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔

حق و باطل کی معرکہ آرائی: حق و باطل کے درمیان امتیاز بھی اسلام کا اہم ترین تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ستفترق امتی علیٰ ثلاث و سبعین ملة کلهم فی النار الاملة واحده.الخ" (ابو داؤد، کتاب السنة)

یعنی میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، ایک کے سوا سب جہنمی ہوں گے۔ ان فرقوں میں سے بہت سے پیدا ہوئے، کچھ ختم ہو گئے اور بہت سے باقی ہیں۔ ان میں عہدِ رسالت مآب ﷺ سے لے کر آج تک اہلِ سنت و جماعت ہر دور میں اکثریت کے ساتھ موجود رہے۔

آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا: "لا تجمع امتی علی الضلالة" میری امت کی اکثریت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔

اس وقت بھی ہمارے سامنے بہت سے باطل فرقے موجود ہیں جو ظاہری اعتبار سے اپنے اندر کشش بھی رکھتے ہیں اور مختلف میدانوں میں آگے بڑھ رہے ہیں، اس کے ساتھ یہ بھی ایک سچائی ہے کہ ایمان کہتے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر کامل ایمان رکھنے اور ان کے احکامات کو ماننے کا۔ آج یہ باطل فرقے بظاہر کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں، اور اسی کے ساتھ امکان کذب باری تعالیٰ ممکن مانتے ہیں، بلکہ انتہا یہ ہے کہ وہ کہہ چکے کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولا۔ ان کا یہی حال رسولِ پاک ﷺ

،دیگر انبیاے کرام، رسولانِ عظام، قرآنِ عظیم، ملائکہ معصومین، قبر و حشر اور جزا و سزا کے بارے میں ہے۔ ہمارے مشائخِ مارہرہ مطہرہ، مشائخِ بدایوں شریف، محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی، امام ربانی مجدد الف ثانی، ملک العلما بحر العلوم فرنگی محلی، حضرت علامہ فضل رسول بدایونی، حضرت علامہ فضلِ حق خیر آبادی، حضرت مفتی ارشاد حسین رام پوری، حضرت مولانا عبد السمیع بیدل رام پوری، امام احمد رضا محدث بریلوی، حضرت مفتی اعظم ہند بریلوی، صدر الافاضل علامہ شاہ محمد نعیم الدین مراد آبادی، حضرت حافظِ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی، محدث اعظم پاکستان علامہ شاہ سردار احمد، شیر بیشۂ اہلِ سنت علامہ حشمت علی خاں پیلی بھیتی، محدثِ اعظم ہند علامہ سید محمد کچھوچھوی نے بہت کچھ لکھا۔ عہدِ حاضر کے چند باطل فرقوں کے تعلق سے علماے حرمین طیبین نے اہم کارنامہ انجام دیا، ہمارے سامنے حسام الحرمین ہے۔ دیگر کتب میں چند یہ ہیں: انوارِ آفتابِ صداقت، جاء الحق، قادیانی مذہب، تحقیقات، سنی دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ، زلزلہ، خون کے آنسو، حدوث الفتن وجہاد اعیان السنن، افتراق بین المسلمین کے اسباب وغیرہ۔

دیگر چند اہم موضوعات: سیاسی، سماجی، معاشرتی اور اخلاقی موضوعات ہیں۔ ان موضوعات پر عہدِ حاضر میں بے شمار کتابیں موجود ہیں۔ ان میں اکثر کتب قدیم ہیں اور اس وقت حالات اور تقاضوں کے پیشِ نظر بھی بہت کچھ لکھا جا رہا ہے۔ ان میں مختلف زبانوں کے کثیر اخبارات اور رسائل ہیں، الیکٹرانک میڈیا پر بھی بہت کچھ آ رہا ہے، سوشل سائٹس پر بھی اہم مواد ہے، ان میں مردوں اور عورتوں کے مشترکہ اور انفرادی مسائل پر بھی ہے۔ بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کے تعلق سے بھی بہت کچھ ہے۔

مثال کے طور پر آپ دیکھیں، اس وقت ملک میں ایک نشست میں تین طلاق کا مسئلہ موضوعِ بحث بنا ہوا ہے، اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ یہ آر ایس ایس اور بی جے پی وغیرہ تحریکوں کی پیداوار ہے۔ ہم سرِ دست بس اتنا کہیں گے، یہ مسئلہ عہدِ حاضر کی پیداوار نہیں ہے، بلکہ عہدِ رسالت مآب ﷺ میں سرکار علیہ السلام نے تین طلاقوں کو بیک نشست نافذ فرمایا، صحاحِ ستہ وغیرہ کتبِ حدیث میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ اس مسئلہ پر سنجیدہ اور علمی بحثیں ہونا چاہیے، مگر افسوس اور صد افسوس یہ ہے کہ چند خواتین کی ہنگامہ آرائی کو بنیاد بنا کر یہ مسئلہ پہلے سپریم کورٹ پہنچایا گیا اور سپریم کورٹ نے مرکزی حکومت سے رابطہ کیا، اس نے اپنی رائے دی کہ ہم مظلوم خواتین کے ساتھ انصاف کرنا چاہتے ہیں، مگر آپ گہرائی سے جائزہ لیں تو سب کچھ شر پسندوں کی منظم تحریک کا نتیجہ ہے۔

ان تحریکوں نے ملک کے مسلمانوں کو مسلسل پریشان کر رکھا ہے، لو جہاد کا مسئلہ، گھر واپسی کا مسئلہ، گائے کے گوشت کا مسئلہ، ہند و پاک کے درمیان جنگ کا مسئلہ، سرجیکل اسٹرائک کا مسئلہ، ہندو مسلم فسادات کا مسئلہ، بابری مسجد کی شہادت کا مسئلہ، مسلمانوں کی گرفتاری کا مسئلہ، اس وقت ایک نشست میں تین طلاق اور یکساں سول کوڈ جیسے مسائل چل رہے تھے کہ اچانک مودی جی نے پانچ سو اور ہزار کے نوٹ بند کرنے کا مسئلہ کھڑا کر دیا اور پورے ہندوستان میں مودی مخالف طوفان برپا ہے۔

چند معروضات: اس وقت ہمیں جو عنوان دیا گیا ہے اس سے متعلق چند معروضات انتہائی ادب کے ساتھ ذیل میں نوٹ کرتے ہیں:

(۱) تاریخِ اسلام پر جزوی طور پر تو ہمارے یہاں بہت کام ہوا ہے، مگر باضابطہ، مکمل اور مفصل کام کی شدید ضرورت ہے۔ حد یہ ہے کہ اہلِ سنت کی درسگاہوں میں غیر اہلِ سنت کی کتابیں داخلِ نصاب ہیں، اس موضوع پر سنجیدگی سے غور کرنے اور باضابطہ کام کرانے اور کرنے کی ضرورت ہے۔

(۲) مدارسِ اہلِ سنت میں اردو، عربی اور عربی اردو لغات کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی ہے، اہلِ سنت و جماعت کے پاس باضابطہ اپنی کوئی لغت نہیں ہے، اس پر غور کرنے کی شدید ضرورت ہے، اس کے لیے ایک باضابطہ بورڈ تشکیل دیا جائے تو کام آسان ہوگا۔

(۳) سیاست و صحافت دونوں اہم موضوعات ہیں، چند سالوں سے صحافت کی جانب تو آگے بڑھنے کی کوشش ہوئی ہے، مگر افسوس سیاست کی جانب انفرادی کوششیں ہیں مگر باضابطہ اہلِ سنت و جماعت کا کوئی مضبوط پلیٹ فارم نہیں ہے، اس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

ذرائع ابلاغ کا غلط استعمال: سوشل سائٹس، واٹس ایپ، فیس بک، ٹیلی گرام، یوٹیوب، ٹیوٹرس، اسی طرح ٹی وی چینلز، اخبارات و رسائل وغیرہ۔ یہ تمام ذرائع انسانی دنیا تک خبریں پہنچانے اور احوال و کوائف کی منظر کشی کرنے کے اہم ذرائع ہیں۔ ان ذرائع کے ذریعہ اچھے کام بھی انجام دیے جا رہے ہیں۔ مگر اس کے باوجود بھی دین و سنیت کے کام جتنی بڑی تعداد میں ہونا چاہیے، وہ نہیں ہو پا رہے ہیں۔ افسوس صد بار افسوس ان جدید ذرائع کے ذریعہ گندا کام، یعنی آڈیو، ویڈیو پر اتنا زیادہ ہو رہا ہے کہ بس ایک شریف انسان دامن بچانا چاہے تب بھی نہیں بچا سکتا۔ ہم تمام ذرائع کی بات نہیں کرتے مگر چند ذرائع ایسے ہیں کہ آپ ان پر کنٹرول کرنا چاہیں تو ایک لمبا وقت اور کثیر محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم سرِ دست ان گندے امور اور معاملات کی تفصیل کرنے

سے قاصر ہیں۔ مگر اس علمی اور اصلاحی تحریر میں ان تمام گندی باتوں اور معاملات کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ حالاں کہ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ اس مذمت کا اثر کتنا ہوگا، مگر بحکم شرعی ہم اپنی ذمہ داری سے سبک دوش ہونا چاہتے ہیں۔

ہم یہاں یہ وضاحت کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ گندگی پھیلانے والوں کی نگاہوں میں فقیہانہ اور صوفیانہ تعصب، دوسرے کو نظر انداز کرنے اور خود آگے بڑھنے کا شوق، دوسرے کو بدنام کرنے اور خود کو غلط طریقے سے نیک نام بننے کا جذبہ بھی کارفرما ہوتا ہے۔ ان کارگزاروں کا نشانہ عالمی تحریکیں، مشہور ادارے، بلند پایہ مشائخ اور نام ور شخصیات سب ہوتے ہیں اور صد ہزار بار رونے کا مقام یہ ہے کہ یہ حضرات ان شخصیات کے انتہائی مضحکہ خیز کارٹون وغیرہ بھی بناتے ہیں۔ ہم ان تمام کرتوت کرنے والوں کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ اس مجلس میں عظیم مشائخ، بلند پایہ علما اور نام ور دانش وروں کا ایک بڑا گروپ ہے، یہ تمام حضرات اگر اپنے اپنے حلقۂ اثر میں ان کاموں کو روکیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ اس کے اثرات مرتب ہوں گے۔

جہاں تک کام کرنے والے اداروں، مشہور تحریکوں اور بلند پایہ شخصیات کا معاملہ ہے، وہ اپنے کاموں میں حد درجہ مصروف رہتے ہیں، ان کو اتنا موقع نہیں کہ ان بے کار کاموں میں اپنا وقت ضائع فرمائیں، اس احساس کے ساتھ کہ موضوع کا حق ادا نہیں ہو سکا، ہم حافظِ ملت حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی کے ان ارشادات پر اپنی بات ختم کرتے ہیں۔

”ہر مخالفت کا جواب کام ہے۔“ ”اتفاق زندگی ہے اور اختلاف موت۔“ (ختم شد)

ایک نشست میں تین طلاق کا مسئلہ اور مرکزی حکومت

اس وقت سپریم کورٹ میں چند دین بیزار خواتین نے اسلام کے نظامِ طلاق کے تعلق سے جو شکایت درج کرائی ہے اور پھر سپریم کورٹ نے مرکزی حکومت سے رابطہ کیا، اس کا جواب تھا، عورتوں کے لیے جو بہتر ہو وہ ہونا چاہیے۔ یہ ساری تصویر اس وقت ہمارے ملک میں موضوع بحث ہے۔ مرد و خواتین احتجاج کر رہے ہیں، جگہ جگہ احتجاجی دھرنوں، جلوسوں اور جلسوں کا انعقاد ہو رہا ہے۔ ان حالات نے مودی حکومت کے لیے الیکشن کا ماحول ساز گار کرنے میں اہم رول ادا کیا ہے۔ اخبارات و رسائل اور جدید الیکٹرانک ذرائع کے ذریعہ شریعت اور علمائے کرام کی مضحکہ خیزی ہو رہی ہے، مسلم پرسنل لا کی مخالفت کرنے والی چند خواتین جس طرح چیخ چیخ کر بول رہی ہیں، ان کے کردار و انداز سے یہ پتہ لگانا مشکل نہیں کہ ان کے پیچھے کون سی طاقت کام کر رہی ہے۔ ان معاندین کا کہنا ہے کہ ایک وقت مین تین طلاقیں ایک ہی ہونا چاہیے۔

نکاح ایک مقدس رشتے کا پاکیزہ آغاز ہے۔ اس پاکیزہ رشتے کی برکت سے دنیا آگے بڑھ رہی ہے، مختلف گھرانوں میں تعلقات استوار ہوتے ہیں، شرعی ضرورت کے پیشِ نظر اسی رشتے کے ختم کرنے کا نام ہی طلاق ہے۔ نکاح وطلاق کے تمام مسائل کا ثبوت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسٰنٍ (سورہ بقرہ، آیت:۲۲۹)

”طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ (بیوی کو زوجیت میں) روک لینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کو دو طلاق کا اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو عورت کو روک لے اور چاہے تو چھوڑ دے تاکہ یہ عدت گزار کر دوسرے مرد سے نکاح کر لے۔ جدائی کا آخری راستہ ”تین طلاق“ ہے، جس کے بعد واپسی کا راستہ ناممکن حد تک مشکل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۰ میں فرما رہا ہے:

”پھر اگر شوہر نے تیسری طلاق دے دی تو اس کے بعد وہ عورت اس کے لیے حلال نہ ہوگی، جب تک وہ دوسرے شوہر کے پاس نہ رہے، پھر اگر دوسرے شوہر نے بھی طلاق دے دی تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ دونوں آپس میں (پھر سے) نکاح کر لیں۔

آج کل ٹی وی چینلز پر جو مباحثے ہو رہے ہیں، ان میں بعض لوگ یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ تین طلاق کا سلسلہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور سے شروع ہوا، سرکار کے زمانے میں یہ ہرگز نہیں تھا، ہم کہتے ہیں بلا شبہہ حضرت فاروق اعظم کے زمانے میں ہوا، مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ عہدِ رسالت میں نہیں تھا، یہ ایک سچائی ہے کہ اسلام نے طلاق کو جائز چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ اسلامی طریقہ یہ ہے کہ غیر شرعی امور کے پیشِ نظر اگر زندگی ہم سفر کے ساتھ گزارنی مشکل ہو جائے تو شوہر کو چاہیے کہ پاکی کے زمانے میں قربت سے پہلے ایک طلاق دے اور اگر حالات بہتر

ہوں تو شوہر طلاق واپس لے لے، اگر حالات بہتر نہ ہوں تو شوہر دوسرے مہینے میں عورت کی پاکی کے زمانے میں صحبت سے پہلے دوسری طلاق بھی دے دے، اب اگر حالات بہتر ہوں تو شوہر اپنی دی ہوئی دونوں طلاقیں واپس لے لے اور اگر اب حالات بہتر نہ ہوں تو شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی مستقل چھوڑ دے، تاکہ وہ اپنی عدت گزار کر دوسرا نکاح کرلے۔ اسلام کے پیغمبر ﷺ نے بھی تین طلاق کو نافذ فرمایا ہے۔ یہ طریقہ اگر چہ غیر مناسب ہے مگر بیک وقت تین طلاق دینے سے تینوں طلاقیں نافذ ہوجائیں گی۔

صحیح بخاری شریف جلد دوم اور سنن ابو داؤد شریف میں ہے کہ صحابیِ رسول حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ ﷺ نے تینوں طلاقیں نافذ فرمادیں۔

اسی طرح حدیث کی مشہور کتاب سنن ابن ماجہ شریف میں ہے: حضرت فاطمہ بنت قیس نے بیان کیا کہ میرے شوہر نے یمن کے لیے گھر سے نکلتے وقت مجھے تین طلاقیں دے دیں تو رسول اللہ ﷺ نے تین طلاقیں نافذ فرمادیں۔ (سنن ابن ماجہ، ص:۱۴۵، ۱۴۶، کتاب الطلاق، باب من طلق ثلاثا بمجلس واحد)

ہمارے لیے یہ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ حکومت دفعہ ۴۴ر کا حوالہ دیتی ہے، لیکن دفعہ ۲۴، ۲۵ اور اس طرح کی جو دیگر دفعات ہیں جن میں مردوں، عورتوں، کمزوروں، آدیواسیوں اور ذات برادری کے حقوق کی ضمانت دی گئی ہے اور جن کی بنیاد پر ملک کا نظام چل رہا ہے، ان کا حوالہ نہیں دیتی۔ جہاں تک یکساں سول کوڈ کی بات ہے یہ ایک غیر مناسب قدم ہوگا۔ یہ صرف مسلمانوں کے خلاف نہیں بلکہ غیر مسلموں کے خلاف بھی ہوگا۔ اس کا مقصد ہندوستان میں ہندو راشٹر کا نظام شروع کرنا ہے۔

ہم مسلمانوں سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کی بھرپور کوشش فرمائیں، ہندوستان کے آئین میں تمام مذاہب کے افراد کو اپنے مذہب کی روشنی میں زندگی گزارنے کا آئینی حق حاصل ہے۔

مودی جی اور نوٹ بندی

۹ر نومبر ۲۰۱۶ء کو رات ۱۲ر بجے سے ہزار اور پانچ سو کے نوٹ بند کر دیے گئے، ملک کے وزیر اعظم مودی کے اس اچانک اعلان کے پیچھے کالے دھن کی واپسی اور جعلی نوٹوں کی تباہی تھی، اول نظر میں دیکھا جائے تو مقصد تو اہم تھا مگر مقامِ افسوس یہ ہے کہ کالا دھن ملک میں تو بس ایک حصہ ہے جب کہ بیرونی ممالک کے بینکوں میں مختلف طریقوں سے تین حصے ہیں۔ مودی جی اس بیرونی دھن کی واپسی کا وعدہ کرتے رہے، مگر صد ہزار بار افسوس، بیرونی دھن میں ان کے اپنے لوگوں کا بھی بڑا حصہ ہے۔ وجے مالیا ساڑھے آٹھ ہزار کروڑ لے کر فرار ہوگیا، نوٹ بندی کے بعد ان کے ایک فرد نے اپنی بیٹی کی شادی میں پانچ سو کروڑ لگا دیے، ہم کون ہوتے ہیں پوچھنے والے، وہ ان کے ایک قریبی کا معاملہ ہے، امت شاہ اور دیگر بی جے پی والوں نے نوٹ بندی سے ایک دن پہلے تک بہار، اڑیسہ اور دیگر مقامات پر کروڑوں کی زمین خریدی، بہت سے معاملات میں خود مودی جی کا نام بھی آرہا ہے۔ گجرات میں ان کی وزارت میں جو کچھ ہوا وہ سب کے سامنے ہے۔

اس وقت سوا سو کروڑ لوگوں میں سے چند کروڑ کو چھوڑ کر پورا ملک بینکوں کی لائن میں کھڑا ہوا ہے اور جو لائن میں نہیں ہیں، وہ بھی مودی جی کے اپنے ہیں۔ لائن میں لگنے والے مزدور ہیں، غریب اور متوسط درجے کے لوگ اور مفلوک الحال خواتین ہیں۔ عام طور پر اے ٹی ایم اور بینکوں میں روپیہ نہیں رہتا، ۱۲ر ۱۳ر گھنٹے لائن لگانے کے بعد جب مایوسی ہوتی ہے تو ایک غریب انسان کی جان نکل جاتی ہے اور اگر ملتا بھی ہے تو دو ایک ہزار روپیہ، اب تک سو سے زیادہ لوگ نوٹ بندی کے بعد مر چکے ہیں۔ اس وقت تمام سیاسی پارٹیاں اور عوام و خواص سراپا احتجاج ہیں، الیکٹرانک میڈیا پر بھی بہت کچھ آرہا ہے، فیکٹریاں بند ہو رہی ہیں، صنعتیں آہ و زاری کر رہی ہیں، ادارے اور تحریکیں جاں کنی کے عالم میں ہیں۔ کاروبار فائدے کے بجائے نقصانات کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ مودی جی فرماتے ہیں سب کو پیپر لیس اور کیش لیس ہو کر ترقی کرنا چاہیے، مگر افسوس اس وقت صوبے میں ۱۳ر ہزار آبادیوں میں بینک نہیں ہیں اور بہار کے ۹۳ر فیصد گاؤں میں بینک نہیں ہیں اور کروڑوں لوگوں کے کھاتے نہیں ہیں، یہ سب پیپر لیس اور کیش لیس کیسے ہوں گے؟ جن مقاصد کے تحت یہ نوٹ بند کیے گئے ہیں ان کا تو سارا نظام درست کرلیا گیا ہے، مارا جارہا ہے بے چارہ غریب کسان، نادار انسان اور متوسط طبقے کی خواتین۔

ہمیں یہ لکھنے میں کوئی دقت نہیں کہ نوٹ بندی سے ہندوستان کا اقتصادی گراف نیچے جارہا ہے، اگر اب بھی مودی جی نے حالات کو نہیں سمجھا تو تباہی اور بربادی سر پر ہے۔ ☆☆☆

علمی تحقیق

اسمائے صحابہ اور کنیتیں

محمد عرفان حفیظ عطاری

صحابہ کرام علیہم الرضوان دین اسلام کی وہ معزز شخصیات ہیں جو قرآن پاک کی اولین مخاطب ہیں۔ جنھوں نے براہ راست بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے اکتساب فیض کیا۔ اور اس فیضان اسلام کو دنیا میں پھیلایا۔ یقیناً چاردانگ عالم میں اسلام پہنچانے میں انکا کردار کلیدی حیثیت کا حامل ہے۔

جذبہ حب نبی ﷺ اس بات پر ابھارتا ہے کہ ان ہستیوں سے محبت کی جائے جن سے ہمارے محبوب ﷺ نے محبت فرمائی اور ان کی تعظیم بجالانے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اور محبت کے تقاضوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات ہوں۔ ان روشن ستاروں کے بارے میں معلومات کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ہمیں ان کے ناموں اور ان کی کنیت سے آگاہی ہو.

تفصیل میں جانے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کنیت کے بارے میں بنیادی باتیں عرض کردی جائیں۔ کنیت اہل عرب کا قدیم دستور ہے۔ بولتے وقت عموماً سامنے والے کا نام لینے کی بجائے اس کی نسبت اس کے والد یا اولاد کی طرف کی جاتی ہے۔ اور کبھی کبھی اس کے بغیر بھی کسی شے کی طرف منسوب کردیا جاتا ہے۔

حضور ﷺ نے بے شمار صحابہ کِرام علیہم الرضوان کو کنیت عطا فرمائی اور صحابہ کرام علیہم الرضوان انہیں بہت محبوب رکھتے تھے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ لکھتے ہیں ۔ اپنی بڑی اولاد کی مناسبت سے کنیت رکھنا مستحب ہے۔ اور بغیر اولاد کے بھی کنیت رکھی جاسکتی ہے۔ اور اسمیں بڑے ہونے کا بھی اعتبار نہیں بلکہ بچوں کی کنیت بھی حدیث شریف سے ثابت ہے۔ بخاری شریف میں مذکور واقعہ بڑا مشہور ہے جس میں سرکار ﷺ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا: یا ابا عمیر مافعل النغیر یعنی اے ابوعمیر چڑیا نے کیا کیا؟[1] (ابوعمیر بچے تھے جب انہیں کنیت سے پکارا گیا۔) غرض کہ کنیت کے لیے اولاد کا ہونا ضروری نہیں۔ اسی طرح کنیت میں نسبت کے لیے لڑکا ہونا ضروری نہیں بلکہ لڑکی کی طرف بھی نسبت کرتے ہوئے کنیت رکھی جاسکتی ہے۔[2]

چنانچہ مسلمانوں میں رائج ہے کہ وہ کنیت رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض لوگ اپنی کنیت کی بنا پر ہی ایسے مشہور ہوئے کہ ان کے اصل نام سے ہی لوگ ناآشنا رہے۔

اسی بنا پر علمانے بالخصوص راویانِ حدیث کے حالات زندگی مرتب کرتے ہوئے صحابہ کِرام علیہم الرضوان سے لے کر صاحب کتاب تک کے رُواۃ کے حالات بیان کرتے ہوئے ان کی کنیتوں پر بھی کلام کیا ہے۔ بلکہ اس موضوع پر جداگانہ کتب بھی تالیف کی ہیں۔ ان میں علامہ ابوالفتح محمد بن حسین ازدی علیہ الرحمۃ کی کتاب أسماء من يعرف بكنيته من الصحابة (یعنی ان صحابہ کرام کے نام جو اپنی کنیت سے مشہور ہیں)، امام مسلم علیہ الرحمۃ کی کتاب الكنى والأسماء اور امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کی کتاب الْأَسَامِي والكنى (جو ان کے بیٹے نے ان سے روایت کی ہے۔) قابل مطالعہ ہیں۔

محدثین کرام نے بالعموم تمام راویان حدیث کے اسما اور کنیتوں پر کلام کیا لیکن اس مضمون میں فقط صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اسما وکُنی کو ذکر کیا جائے گا۔

اولاً حصول برکت کے لیے صحابہ کرام میں سب سے افضل حضرات کے اسما اور کُنیٰ کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہیں۔

عشرہ مبشرہ کے اسما مع کُنیٰ:

عشرہ مبشرہ میں سے سیدنا ابوبکر صدیق اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کے سوا تمام اپنے ناموں سے معروف ہیں۔ آئیے ان کی کنیت اور اسما کے بارے میں جانتے ہیں۔

(١) صحيح البخارى باب بَابُ الكُنْيَةِ لِلصَّبِيِّ وَقَبْلَ أَنْ يُولَدَ لِلرَّجُلِ حديث ٦٢٠٣

(٢) تهذيب الاسماء واللغات للنووى فصل يتلعق بالتسمية والاسماء والكنى والالقاب اختصارا وزيادة عليه

سیدنا صدیق اکبر کا نام مبارک عبداللہ اور کنیت ابوبکر ہے ۔ سیدنا فاروق اعظم کا نام مبارک عمر اور کنیت ابوحفص ہے۔ سیدنا عثمان غنی کا نام مبارک عثمان اور کنیت ابو عمرو ہے ۔سیدنا علی المرتضی کا نام مبارک علی اور کنیت ابوالحسن ہے ۔ سیدنا عبدالرحمن بن عوف کی کنیت ابومحمد ہے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص کی کنیت ابواسحاق ہے۔ سیدنا سعید بن زید کی کنیت ابوالاعور ہے ۔سیدنا طلحہ بن عبیداللہ کی کنیت ابومحمد ہے ۔ سیدنا زبیر بن عوام کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح کا نام عامر بن عبداللہ ہے (۳) ۔رضی اللہ عنہم اجمعین۔

عشرہ مبشرہ کے تذکرے کے بعد کنیت اور اسما کے اعتبار سے چند اقسام میں صحابہ کرام کے بارے معلومات ملاحظہ فرمائیے۔

کنیت مشہور، اسماغیر مشہور :

بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان وہ ہیں جو اپنی کنیت سے مشہور ہیں اور ان کے نام مشہور و معروف نہیں ۔ان میں سے چند کے نام ملاحظہ ہوں۔

حضرت ابوذر غفاری کا نام جندب بن عبادہ ہے۔

حضرت ابوطلحہ انصاری کا نام زید بن سہل ہے۔

حضرت ابوسعید خدری کا نام سعد بن مالک ہے۔

حضرت ابوالدرداء کا نام عویمر بن عامر ہے۔

حضرت ابوامامہ باہلی کا نام صدی بن عجلان ہے۔

حضرت ابومحذورہ کا نام سمُرہ بن معیر ہے۔

حضرت ابوسفیان کا نام صخر بن حرب ہے۔

حضرت ابودجانہ کا نام سماک بن خرشہ ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاری کا نام خالد بن زید ہے (۴) رضی اللہ عنہم اجمعین

• سیدنا ابوبکر صدیق کے والد حضرت ابوقحافہ کا نام عثمان ہے ۔ • حضرت ابوالطفیل کا نام عامر بن واثلہ ہے • حضرت ابو جندل کا نام عبداللہ ہے • حضرت ابوقتادہ کا نام حارث بن ربعی • حضرت ابولبابہ کا نام رافعہ بن عبدالمنذر • حضرت ابوبکرہ کا نام نفیع بن حارث • حضرت ابوموسی اشعری کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔ (۵) رضی اللہ عنہم اجمعین

اسما مشہور، کنیت غیر مشہور :

حضور ﷺ کے وہ چچا جو ایمان لائے حضرت حمزہ کی کنیت ان کے دو بیٹوں یعلی اور عمارہ کی نسبت سے ابو یعلی بھی ہے اور ابوعمارہ بھی اور حضرت عباس کی کنیت ابوالفضل ہے ۔ حضرت خالد بن ولید کی کنیت ابوسلیمان ہے ایک قول ابوولید کا بھی ہے۔ حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کی کنیت ابوعمارہ ہے۔ (۶)

حضرت طلحہ بن عبیداللہ ،حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان تمام کی کنیت ابومحمد ہے۔

حضرت زبیر بن العوام ، حضرت حسین بن علی ، حضرت حذیفہ ، حضرت سلمان فارسی اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے ۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ خادم رسول ﷺ کی کنیت ابوحمزہ ہے۔ (۷)

کنیت میں ایک سے زیادہ اقوال:

بعض صحابہ کرام ایسے بھی ہیں جن کی کنیت کے بارے میں ایک سے زیادہ اقوال ہیں ۔ جیسے حضرت زید بن ثابت انصاری کی کنیت ۔الاستیعاب میں ایک قول ابوسعید کا ہے ایک ابوعبدالرحمٰن اور ایک ابوخارجہ کا ہے۔ (۸)

علامہ عراقی نے الفیہ میں حضرت اسامہ بن زید کے بارے میں نقل کیا ہے کہ انکی کنیت کے بارے میں ۴/اقوال ہیں ۔ بعض نے ابوعبداللہ نے بتائی اور بعض نے ابوخارجہ جبکہ بعض نے ابومحمد ذکر اور بعض نے ابوزید۔ (۹)

---

(۳)الاستیعاب بمعرفة الاصحاب .علامہ ابن نعیم اصبہانی نے قیل کے ساتھ حضرت سعید بن زید کی کنیت ابوثور بھی بیان کی ہے۔

(۴)الْأَسَامِي والكنى لِلْإِمَام أَحْمد بن حَنْبَل رِوَايةابنہ صَالح

(۵)أسماء من يعرف بكنيتہ للازدی

(۶)أسد الغابة في معرفة الصحابة باب الخاء والزای

(۷)الاستيعاب فی معرفة الاصحاب كتاب الاسماء

(۸)الاستيعاب فی معرفة الاصحاب المجلد الثانی حرف الزاء

(۹)شرح التبصرة والتذكرة ألفية العراقي

نوٹ ۔ امام مسلم علیہ الرحمۃ کی کتاب الکنی والاسما کے محقق عبدالرحیم محمد احمد القشقری نے تسامحاً حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بجائے آپ کے والد حضرت زید بن حارثہ کا نام ذکر کرتے ہوئے ان کُنی کی نسبت ان کی طرف کی ہے جو بہر حال صحیح نہیں۔ لکھتے ہیں۔ من له اسم معروف ولكنه اختلف في كنيته مثاله:

یونہی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت کے بارے میں دو قول نقل کیے ہیں بعض کے نزدیک ابو منذر ہے اور بعض کے نزدیک ابوالطفیل۔ [۱۰]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی ہیں ان کی کنیت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں علامہ ابوعمر یوسف بن عبداللہ قرطبی متوفی ۴۶۳ھ نے آپ کی کنیت میں ابوعمارہ، ابوالطفیل، ابوعمرو، ابوعمر کے اقوال ذکر کرنے کے بعد ابوعمارہ کو ترجیح دی ہے۔ لکھتے ہیں

البراء بن عازب بن حارث بن عدي بن جشم بن مجدعة بن حارثة ابن الحارث بن الخزرج الأنصاري الحارثي الخزرجي،يكنى أبا عمارة، وقيل أبا الطفيل وقيل: يكنى أبا عمرو. وقيل: أبو عمر، والأشهر والأكثر أبو عمارة، وهو أصح إن شاء الله تعالى. یعنی براء بن عازب خزرجی آپ کی کنیت ابو عمارہ ہے۔ اور ابوالطفیل، ابوعمرو اور ابوعُمر کا بھی قول کیا گیا ہے۔ اور مشہور اور اکثر ابو عمارہ ہے اور ان شاءاللہ یہی صحیح ترین قول ہے۔ [۱۱]

حضرت بلال بن رباح حبشی مؤذن رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت میں بھی ایک سے زیادہ اقوال پائے جاتے ہیں۔ الاستیعاب میں ہے کہ آپ کی کنیت ایک قول کے مطابق ابوعبداللہ ہے۔ اور ابو عبدالکریم، ابوعبدالرحمن اور ابوعمرو کے اقوال بھی موجود ہیں۔ [۱۲]

زيد بن حارثة مولى رسول الله، صلى الله عليه وسلم، وقد اختلف في كنيته فقيل أبو خارجة وقيل أبو زيد وقيل أبو عبد الله. وہ جن کا نام معروف ہے لیکن ان کی کنیت کے بارے میں اختلاف ہے۔ اس کی مثال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ ہیں۔ کہ ان کی کنیت میں اختلاف ہے پس کہا گیا ہے کہ آپ کی کنیت ابوخارجہ ہے۔ اور ابوزید بھی کہی گئی ہے اور ابوعبداللہ کے بھی کنیت ہونے کا قول کیا گیا ہے۔ (مقدمه الکنی والاسما للامام مسلم) جب کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو اسامہ ذکر کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب، اسد الغابہ، تهذيب الاسماء واللغات وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۰) ایضاً

(۱۱) الاستیعاب فی معرفة الاصحاب

(۱۲) ایضاً

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت کے بارے میں ابوسعید اور ابوعبدالرحمٰن کے اقوال ملتے ہیں۔ [۱۳]

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت کے بارے میں امام نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں۔ کہ آپ کی کنیت ابوعمرو ہے۔ اور آپ کی کنیت کے بارے میں ابوعامر، ابوسعید، ابوسعد، ابوحمزہ اور ابوانیسہ کا قول بھی کیا گیا ہے۔ [۱۴]

حضرت جابر بن سمرہ کی کنیت کے بارے میں بھی دو اقوال ہیں ایک قول ابوخالد کا ہے اور دوسرا ابوعبداللہ۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کی کنیت کے بارے میں تین اقوال ہیں۔ ابو معاویہ، ابومحمد اور ابراہیم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

کنیت معروف، نام میں کئی اقوال :

یونہی بعض صحابہ کرام ایسے ہیں جن کی کنیت معروف ہے اور ان کے نام میں اختلاف ہے۔ جیسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے نام کے بارے میں بے شمار اقوال ملتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے آپ کے ۱۴ اسما ذکر کیے ہیں۔ جو عبدشمس، عبدنہم، عبدغنم اور سکین ہیں [۱۵]۔ لیکن یہ نام قبل اسلام کے معلوم ہوتے ہیں۔ علامہ ازدی نے آپ کے مزید نام بھی گنوائے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔ عبدالرحمٰن بن صخر، سکن بن عمرو، عمرو بن عبدغنم، عامر، عمیر، عبدشمس، سعد، عبداللہ بن عائذ اور سعد بن حارثہ۔ [۱۶]

علامہ ابوالفضل زین الدین عراقی متوفی ۸۰۶ھ لکھتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام اور ان کے والد کے نام کے بارے میں امام ابن عبدالبر نے ۲۰ اقوال ذکر کیے ہیں اور امام نووی نے کہا ہے کہ ۳۰ اقوال ہیں۔ [۱۷] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے امام نووی کے حوالے سے ۳۰ اقوال کا تذکرہ کرنے کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے عبدالرحمن بن صخر کو تمام اقوال میں سے صحیح ترین قرار دیا ہے [۱۸]۔ اور یہی قول محدثین میں مشہور ہے۔

(۱۳) معرفة الصحابه لابن منده

(۱۴) تهذيب الأسماء واللغات القسم الاول فی الاسماء باب الزای

(۱۵) الاسامی والکنی

(۱۶) أسماء من يعرف بكنيته

(۱۷) شرح (التبصرة والتذكرة = ألفية العراقي

(۱۸) الإصابة في تمييز الصحابة

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ جو سرکار ﷺ کے غلام تھے ان کے نام کے بارے میں بھی مختلف اقوال ملتے ہیں۔ بعض نے اسلم نام بتایا ، بعض نے ابراہیم۔ امام ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بغوی متوفی ۳۱۷ھ لکھتے ہیں کہ میرے چچا کی کتاب میں انکا نام بریہ لکھا ہے۔ جبکہ اہل مدینہ میں آپ کا نام اسلم بتایا جاتا ہے۔ (۱۹)

حضرت ابو ثعلبہ خُشنی رضی اللہ عنہ کے نام کے بارے میں بھی کثیر اختلاف ہے۔ الاستیعاب میں ہے کہ آپ اور آپ کے والد کے نام میں کثیر اختلاف ہے۔ پس کہا گیا ہے کہ آپ کا نام جرہم ہے، جرثوم بھی کہا گیا ہے۔ اسی طرح ابن ناشب اور ابن ناشم بھی کہا گیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کا نام عمرو بن جرثوم ہے اور ایک قول میں آپ کا نام لاشر بن جرہم بیان کیا گیا ہے۔ (۲۰)

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں ان کے نام کے بارے میں مختلف اقوال الاستیعاب میں درج کیے گئے ہیں۔

منذر بن سعد، عبدالرحمن بن سعد بن منذر۔ (۲۱) علامہ ابوالفتح ازدی متوفی ۳۷۴ھ نے آپ کا نام عبداللہ بن عمرو درج کیا ہے۔ (۲۲) علامہ بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمۃ نے حضرت ابوحمید الساعدی کا نام عبدالرحمن بن عمرو بن سعید بیان کیا ہے۔ (۲۳) مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ نے بھی عبدالرحمن نام ذکر کیا ہے۔ اور یہی راجح معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

حضرت ابوالورود بھی ان صحابہ کرام میں سے ہیں جن کے نام کی جگہ انکی کنیت لکھی جاتی ہے۔ الاستیعاب میں قیل کے ساتھ حرب نام ذکر کیا گیا ہے۔ (۲۴) جب کہ علامہ ابوالحسین عبدالباقی المعروف ابن قانع متوفی ۳۵۱ھ علیہ الرحمۃ نے معجم الصحابہ میں آپ کا نام عبید بن قیس لکھا ہے۔ (۲۵) واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ اعلم عزوجل و ﷺ

کنیت معلوم اسماغیر معلوم :

اسی طرح بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان ایسے ہیں جن کی کنیت ہی ملتی ہے نام نہیں ملتا۔ لہذا اس بارے میں یہ یقین نہیں ہے کہ ان کی کنیت ہی انکا نام ہے یا نام اس کے علاوہ ہے اور ہمیں اس کی اطلاع نہیں ہوئی۔ چند نام جو علامہ نووی نے بیان کیے وہ درج ذیل ہیں۔

حضرت ابو اُناس کنانی رضی اللہ عنہ ، حضرت ابو مُوَیھِبہ رضی اللہ عنہ ، حضرت ابوشَیبہ الخذری رضی اللہ عنہ (۲۶)

علامہ ابوالفتح ازدی متوفی ۳۷۴ھ نے اس موضوع پر ایک کتاب تالیف کی ہے جس میں ۱۷۰ ایسے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا تذکرہ کیا ہے، جن کی کنیت تو معلوم ہے لیکن ان کا نام معلوم نہیں ہے۔ اور ان میں سے اکثر سے روایات بھی کتب احادیث میں لی گئی ہیں۔

ان میں سے حضرت ابومصعب، حضرت ابویحیٰ، حضرت ابوواثلہ اور حضرت ابو اسود ، حضرت ابو فضالہ ، حضرت ابوسعید الانصاری، حضرت ابوطلیق رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہم بھی ہیں۔ (۲۷)

اس کتاب میں انہوں نے حضرت ابو مُویھبہ رضی اللہ عنہ کو ان میں شمار کیا ہے جن کا نام معلوم نہیں ہے۔ اور دیگر محدثین نے بھی یہی ذکر کیا ہے کہ حضرت ابومویھبہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ہی معلوم ہے نام کا علم نہیں۔ لیکن اپنی دوسری کتاب اسماء من یعرف بکنیته میں ان کا نام مخبر بن معاد درج کیا ہے۔ (۲۸)

علامہ ازدی نے یہ نام تو ذکر کیا ہے لیکن دوسری کتب اس بارے میں خاموش ہیں یہاں تک کہ کسی نے بھی اپنی کتاب میں مخبر بن معاد نامی کسی صحابی کا ذکر نہیں کیا۔ اس نام کے کوئی صحابی ہیں یا

---

(۱۹)معجم الصحابة از أبو القاسم عبد الله بن محمد البغوي متوفی : ۳۱۷ھ

(۲۰)الاستیعاب بمعرفة الاصحاب كتاب الكنى باب الثاء

(۲۱)ایضاً

(۲۲)أسماء من يعرف بكنيته

(۲۳)البنایه شرح هدایه کتاب الصلوة باب سنن الصلوٰة

(۲۴)الاستيعاب في معرفة الأصحاب كتاب الكنى باب الواو

(۲۵)معجم الصحابة لابن قانع نمبر ٦٨٠.

(۲۶)التقريب والتيسير لمعرفة سنن البشير النذير

(۲۷)كتاب الكنى لمن لا يعرف له اسم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم

(۲۸)اسماء من يعرف بكنيته للازدى فصل الميم ١٢٦

نہیں اس کے لیے مختلف کتب دیکھیں لیکن اس نام و ولدیت کے ساتھ کسی نے صحابہ میں یہ نام درج نہیں کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اسم و کنیت دونوں میں اختلاف:

اسی طرح کچھ صحابہ کرام علیہم الرضوان ایسے بھی ہیں جن کے نام اور کنیت دونوں میں اختلاف ہے اگرچہ ان کی تعداد بہت کم ہے۔ مثلاً حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے نام کے بارے میں مہران اور عمیر کا قول بھی کیا گیا ہے۔ اور بعض نے آپ کا نام صالح بیان کیا ہے۔ اسی طرح آپ کی کنیت کے بارے میں بھی مختلف اقوال ملتے ہیں بعض نے ابوعبدالرحمان بتائی اور بعض نے ابوالبختری۔

آخر میں چند روایات جن میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف وجوہات کی بنا پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو کنیت عطا فرمائیں۔

ابوبکرہ کنیت کی وجہ:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں غزوہ طائف کے دن سب سے پہلے میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا و تدلیت ببکرۃ یعنی میں چرخی (عربی میں بَکرہ اس چرخی کو کہتے ہیں جس سے حوض یا کنویں سے پانی نکالا جاتا ہے) پر لٹک کر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوبکرہ کنیت عطا فرمائی۔[۲۹]

ابوتراب کنیت کی وجہ:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابو تراب محبوب ترین نام تھا۔ اور اس نام سے پکارنے پر آپ کو خوشی ہوتی۔ اور یہ نام آپ کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطا فرمایا تھا۔ ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شکر رنجی ہوئی اور باہر تشریف لاکر مسجد کی دیوار کے پاس آکر لیٹ گئے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پیچھے تشریف لائے۔ راوی کہتے ہیں وہ دیوار پر لیٹے ہوئے تھے۔ پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اس حال میں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پشت مٹی سے بھری ہوئی تھی۔ پس سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی پشت پر مٹی ملنا شروع فرمائی اور فرمایا اے ابوتراب بیٹھ جاؤ۔[۳۰]

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس پر باب قائم فرمایا با ب التکنی بابی تراب وان کانت لہ کنیۃ اخری یعنی دوسری کنیت کے ہوتے ہوئے ابو تراب کی کنیت عطا فرمانا۔ جب کہ امام ابن سنی نے باب الکنیۃ بالاسباب کا عنوان قائم کیا ہے۔ یعنی کسی سبب سے کنیت رکھنا۔

حضرت صہیب کی کنیت:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں سوائے آپ کی تین عادتوں کے کوئی ایسی بات نہیں پاتا جس پر آپ کو عیب لگا سکوں۔ اگر وہ عادتیں آپ میں نہ ہوتیں تو میں آپ پر کسی کو مقدم نہ کرتا۔ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا وہ کونسی عادتیں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ آپ اپنا مال خرچ کردیتے ہیں (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اسراف سے تعبیر کیا) اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے اپنی کنیت نبی کے نام پر ابویحیٰ رکھی ہے۔ (حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد نہیں تھی) اور تیسری بات یہ کہ آپ اپنی نسبت عرب کی طرف کرتے ہیں حالانکہ آپ کی زبان عجمی ہے۔ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً کہا۔ میرا مال کا خرچ کرنا اسکے حق پر ہی ہوتا ہے۔ (یعنی میں اسراف نہیں کرتا) رہا میری کنیت کا معاملہ تو میری یہ کنیت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطا فرمائی ہے۔ لہذا آپ کے قول کی بنا پر میں اسے ترک نہیں کرسکتا۔ اور میری نسبت عرب کی طرف اس لیے ہے کہ (میں عربی النسل ہی ہوں) روم والوں نے چھوٹی عمر میں مجھے قید کرلیا تھا اور میں اپنے اہل کو یاد رکھتا ہوں۔[۳۱]

حضرت انس بن مالک کی ایک کنیت:

مسند ابو یعلیٰ اور عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی میں ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بقلہ (ایک سبزی ساگ) کے ساتھ کنیت عطا فرمائی جسے میں چنا کرتا تھا۔[۳۲]

ابوالورد کنیت کی وجہ:

المعجم الکبیر، شرح السنہ اور عمل الیوم واللیلۃ میں ابن ابی الورد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سرخ رنگ میں دیکھا تو مجھے فرمایا انت ابوالورد یعنی تم سرخ رنگ والے ہو۔[۳۳]

---

(۲۹)عمل الیوم واللیۃ لابن سنی بَابُ الْكُنْيَةِ بِالْأَفْعَالِ

(۳۰)صحیح البخاری بَابُ التَّكَنِّي بِأَبِي تُرَابٍ، وَإِنْ كَانَتْ لَهُ كُنْيَةٌ أُخْرَى حدیث نمبر ۶۲۰۴

(۳۱)عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی بَابُ تَكْنِيَةِ مَنْ لَمْ يُولَدْ لَهُ بَعْدُ حدیث نمب۴۰۸

(۳۲)ایضاً بَابُ الْكُنْيَةِ بِالْأَبْقَالِ

(۳۳)ایضاً بَابُ الْكُنْيَةِ بِالْأَبْقَالِ

آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ مفتی محمد نظام الدین رضوی کے قلم سے

ثبوتِ ہلال کا تعین علمِ توقیت سے کیوں نہیں ہو سکتا؟

کیا فرماتے ہیں علماے کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز اوقاتِ مکروہہ، ممنوعہ اور افطار و سحری کا تعین علمِ توقیت سے ہوتا ہے اور اس پر پوری دنیا میں عمل ہو رہا ہے، بلکہ یوں کہا جائے کہ جملہ مسلمین کا اس پر اجماع ہے تو غلط نہ ہوگا تو ثبوتِ ہلال کا تعین علمِ توقیت سے کیوں نہیں ہو سکتا، اگر یہ جواب دیا کہ ثبوتِ ہلال کے لیے رویت شرط ہے تو ابتداے اسلام میں بھی اوقاتِ نماز وغیرہ کے لیے رویت شرط تھی، جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے، مدلل جواب عنایت فرمائیں، مہربانی ہوگی۔

الجواب

سورج کی چال منضبط ہو چکی ہے اور بار بار کے تجربات سے اس کی صداقت بھی ظاہر و باہر اور یقینی ہو چکی ہے، اس کے برخلاف چاند کی چال منضبط نہ ہو سکی، عرصۂ دراز سے اربابِ فلکیات نے اس کی چال کو ضبط کرنے کی کوششیں کیں، بہت تجربات کیے مگر اس کی چال ضبط نہ ہو سکی، آج بھی اس کا حساب قطعی نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ جن احکام کا تعلق سورج سے ہے، جیسے اوقاتِ نماز وغیرہ تو ان میں علمِ توقیت کے حساب پر اعتماد کیا جاتا ہے اور جن احکام کا تعلق چاند سے ہے اس میں علمِ توقیت پر کلی اعتماد نہیں کیا جاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بینک اور شیئر بازار کے چند مسائل

(۱) ہند میں بینک سے سود لینا اگر جائز ہے تو اس بینک میں سودی انٹری اور سود کا لین دین والی نوکری کرنا کیسا اور اس طرح سودی ادارہ میں جاب کرنا کیسا ہے؟

(۲) شیئر بازار میں انویسٹ (Invest) جگہ رینٹ (Rent) پر دینا اور اسی کا کاروبار کرنے کے بارے میں حکمِ شریعت بیان فرمائیں۔

(۳) ایک شخص نے بینک سے سود پر پیسہ اٹھایا کاروبار کے لیے لیکن اس بینک میں مسلمانوں کے بے شمار کھاتے ہیں، اب اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

الجواب

(۱) ہند و بیرونِ ہند کہیں بھی بینک و غیر بینک سے سود لینا جائز نہیں، یوں ہی سود دینا بھی جائز نہیں، شریعت کا حکم جغرافیائی حدود کا پابند نہیں، ہاں جو چیز جائز ہے وہ سود نہیں، ایک باریک فقہی فرق پر مبنی ہے۔

حکومت ہند کے بینکوں میں ملازمت جائز ہے، تفصیل کے لیے دیکھیے کتاب "مجلسِ شرعی کے فیصلے جلد اول، مطبوعہ مجلس شرعی، مبارک پور۔ "سودی ادارے" کیا ہیں، ان کے بانیان کون ہیں، اس کی تفصیل لکھیے تو وضاحت کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) شیئر بازار میں انویسٹ کی اجازت نہیں تفصیل کے لیے کتاب "شیئر بازار کے مسائل" مطبوعہ مکتبہ برہان ملت، مبارک پور کا مطالعہ کریں۔ اپنی دوکان اور زمین اس نیت سے کرائے پر دے سکتے ہیں کہ یہ آمدنی کے ذرائع ہیں، سودی کاروبار پر تعاون مقصود نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) یہ بیان ہو چکا کہ یہ ناجائز ہے، سود لینا بھی ناجائز اور سود دینا بھی ناجائز، ہاں یہ واضح رہے کہ شیئر بینک الگ چیز ہے اور کھاتا الگ۔ کوئی کھاتا دار بینک کا شیئر دار یا مالک نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

زکاۃ کی رقم آن لائن دینا کیسا ہے، وغیرہ؟

(۱) کچھ لوگ نوکری کرتے ہیں، نوکری چھوٹ گئی ہو اور تنگی آگئی ہو تو ان لوگوں کے بارے میں زکوۃ لینے دینے کے بارے میں کیا مسئلہ ہے؟

(۲) زکوۃ کی رقم پر ٹیکس ریبیٹ (چھوٹ) ہے؟ کیوں کہ کوئی صاحب آپ کے مدرسے کی رسید دی تھی، اس میں کچھ رجسٹریشن تھا، لیکن ٹیکس ریبیٹ کے لیے ٹین یا پین نمبر ہونا ضروری ہے۔

(۳)زکوٰۃ کا پیسہ آن لائن دینا کیسا ہے؟ آج کل بہت سے ادارے آن لائن کے لیے اپیل کرتے ہیں، جنھیں بس انٹرنیٹ کے تھروجانا جاتا ہے۔

(۴)شیئر مارکیٹ میں پیشہ لگانا کیسا ہے؟ اگر لگا سکتے ہیں تو لگے پیسے پر زکوٰۃ دینا پڑے گا کہ نہیں۔ (کیوں کہ مارکیٹ کا کوئی بھروسہ نہیں بس امید رہتی ہے)

الجواب

(۱)نوکری چھوٹ جانے کے بعد اگر وہ مالکِ نصاب نہ رہے، فقیر و محتاج ہوگئے تو انھیں زکوٰۃ دینا جائز ہے، البتہ انھیں زکوٰۃ مانگنا جائز نہیں، جو شخص ۵۶/روپے بھر چاندی یا زیور یا اتنی چاندی کے دام کا مالک ہو وہ مالکِ نصاب ہے، دام سے مراد واجبی قیمت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲)زکوٰۃ تو پوری دی جاتی ہے البتہ اس کی وجہ سے انکم ٹیکس میں چھوٹ ہو جاتی ہے، یہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳)جس ادارے کے بارے میں آپ کو بخوبی تحقیق ہو کہ وہ اہلِ سنت و جماعت کا مدرسہ ہے، اس کے کھاتے میں روپے آن لائن اس شرط کے ساتھ بھیج دیں کہ وہ رقم نکال کر پہلے حیلہ شرعی کریں، اسکے بعد خرچ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴)شیئر مارکیٹ میں روپے لگانا جائز نہیں، مگر جب تک وہ روپے یا ان کے مقابل متاع موجود ہے، اس پر اپنے شرائط کے ساتھ زکاۃ فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مساجد میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کے احکامات

(۱)کسی مدرسہ میں مطبخ کا انتظام نہیں، بیرونی طالب علم نہیں ہیں، مقامی بچے آتے ہیں اور ناظرہ وغیرہ پڑھ کر چلے جاتے ہیں، ایسے مدرسہ میں چرم قربانی، فطرہ، زکوٰۃ کی قیمت دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲)مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے دنیاوی چیزوں کا اعلان کرنا کیسا ہے؟ جیسے مٹی کا تیل، راشن، مچھلی کا اعلان۔ عوام کا کہنا ہے کہ اعلان نہیں ہوتا ہے تو بہت لوگ چھوٹ جاتے ہیں۔

(۳)مسجد سے اپنی ضروریات پوری کرنا کیسا ہے؟ عام طور پر دیہاتوں میں دیکھا جاتا ہے کہ مسجد سے محلہ سے اکثر لوگ پانی لے جاتے ہیں، اس میں نہاتے، کپڑا دھوتے، موبائل، ٹارچ وغیرہ چارج کرتے ہیں اور امام بھی اپنی ضروریات پوری کرتا ہے، امام اور محلہ والوں کے لیے کیا حکم ہے؟

(۴)ایک عورت پر قربانی واجب ہے اور اس کا شوہر انتقال کر چکا ہے، تو عورت کے نام کے ساتھ ولدیت لگے گی یا زوجیت؟

(۵)بعد نماز جو دعا مانگی جائے اس میں ان دعاؤں کا پڑھنا کیسا ہے؟

لا الٰہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظالمین. الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولاھم یحزنون. فانصرنا علی القوم الکٰفرین.

الجواب

(۱)سوال میں جس مدرسہ کا ذکر ہے، اس کے اخراجات نسبتاً کم اور بہت محدود ہیں، اس میں دینیات کے ایک دو اساتذہ کی تنخواہ اور دینی کتابوں کی چھوٹی لائبریری اور کچھ متعلقاتِ درس اشیا کی ضرورت ہے اور یہ ضرورت مسلمانوں کے عطیات اور قربانی کی کھال سے پوری ہو سکتی ہے، لہٰذا اس میں زکوٰۃ اور صدقۂ فطر کی رقم نہ لگائیں کہ یہ ناجائز ہے، قربانی کی کھال بیچ کر اس کا دام لگا سکتے ہیں اور اس کے لیے چندہ بھی کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲)مسجد کا لاؤڈ اسپیکر اذان و خطبہ و وعظ کے لیے ہے تو اس کے سوا دوسرے کاموں میں اسے ہرگز ہرگز نہ استعمال کریں، مٹی کے تیل اور راشن اور مچھلی کی خرید و فروخت کے لیے اس سے اعلان جائز نہیں، مسلمانوں کو ضرورت ہے تو اس کام کے لیے الگ سے چندہ کر کے لاؤڈ اسپیکر کا انتظام کرلیں۔۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳)مسجد کے حوض یا ٹنکی میں جو پانی جمع ہے اس باہر نجی استعمال کے لیے لے کر جانا ناجائز و گناہ ہے، یوں ہی مسجد کی بجلی استعمال کرنا بھی جائز نہیں، ہاں مسجد کے امام و مؤذن و خدام کے لیے عرفاً اجازت ہے تو انھیں منع نہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴)دونوں کا اختیار ہے چاہے ولدیت ذکر کریں یا زوجیت، مقصود تعیین ہے اور تعیین بہر حال ہو جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵)الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولاھم یحزنون دعا نہیں، کسی مناسبت سے اس کا ذکر دعا میں آجائے تو الگ بات ہے، باقی دو آیات دعا سے ہیں اور مناسب یہ ہے کہ دعا میں جمع کے کلمات لائے جائیں، جہاں جمع لانے کی گنجائش ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ☆☆☆

استاد اور شاگرد کو کیسا ہونا چاہیے؟

محمد شاہد علی اشرفی فیضانی

احادیثِ نبویہ اور حکایاتِ صالحین کی روشنی میں علم و معرفت کی راہیں کھولنے والی ایک بصیرت افروز تحریر

علم دین اللہ عزوجل کی ایک عظیم نعمت ہے، قرآن احادیث میں اس کی بڑی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں اور یہ وہ نعمت ہے کہ جسے حاصل ہو جاتی ہے اس کے لیے دنیا میں بھی عزت اور آخرت میں بھی سرخروئی ہے۔ یہ وہ دولت ہے جو خرچ کرنے سے گھٹتی نہیں بلکہ مزید اس میں اور اضافہ ہی ہوتا ہے۔ اس کی اہمیت و فضیلت کا اندازہ اس حدیثِ پاک سے اچھی طرح لگایا جا سکتا ہے کہ سرکار علیہ السلام کا فرمانِ مبارک ہے عالمِ دین بنو یا طالب علم بنو یا عالم کی بات سننے والا بنو یا عالم سے محبت کرنے والا بنو، پانچواں مت بننا کہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ (کنز العمال، ج:۱۰، ص:۔۔۔۔)

اس دولت کے تقسیم کرنے والے کو معلم (استاذ) اور اس کے حاصل کرنے والے کو متعلّم (طالب علم) کہتے ہیں۔ اسلام نے استاذ اور طالب علم دونوں کو ہی بڑا اونچا مرتبہ دیا ہے اور ایک کے دوسرے پر کچھ حقوق بھی متعیّن فرمائے ہیں۔ معلم یعنی استاذ ہونا یہ بہت بڑی سعادت مندی ہے، اس لیے کہ خود ہمارے آقا و مولا ﷺ نے اس منصب کو عزت و شرف بخشا ہے اور ارشاد فرمایا: "انما بعثت معلماً" یعنی مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (ابن ماجہ شریف، ج:۲، ص:۱۵۰)

خود ہمارے آقا نبیِ رحمت ﷺ نے معلّمین کے درجے اور فضیلت کو بیان فرمایا ہے، ان میں سے چند احادیث تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، بغور مطالعہ کر کے استاذ کے مرتبہ و مقام کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

استاذ کا مرتبہ احادیث کی روشنی میں:

حدیث (۱)- نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کتاب اللہ میں سے ایک آیت سکھائی یا ایک باب سکھایا تو اللہ تعالیٰ اس کے ثواب کو قیامت تک کے لیے جاری فرما دیتا ہے۔ (کنز العمال، ج:۱۰، ص:۶۱)

حدیث (۲)- تم میں سے بہترین شخص وہ ہے، جو خود قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔ (صحیح بخاری، فضائل القرآن، ص:۴۱۰)

حدیث (۳) — بے شک اللہ عز و جل اور اس کے فرشتے لوگوں کو خیر کی تعلیم دینے والے پر رحمت بھیجتے ہیں، حتیٰ کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں سمندروں میں اس کے لیے دعائے مغفرت کرتی ہیں۔ (المعجم الکبیر، ج:۸، ص:۲۳۴)

حدیث (۴)- نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمھیں سب سے زیادہ جود و کرم والے کے بارے میں آگاہ نہ کروں؟ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ کریم ہے اور میں اولادِ آدم میں سب سے بڑا سخی ہوں اور میرے بعد وہ شخص ہے جس کو علم عطا کیا گیا ہو، اور اس نے اپنے علم کو پھیلایا، قیامت کے دن اس کو ایک امت کے طور پر اٹھایا جائے گا اور وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا، حتیٰ کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ (مسند انس ابن مالک، ج:۳، ص:۶۱)

مذکورہ بالا احادیث و روایات سے اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ اسلام میں استاذ کا کتنا بڑا مرتبہ و مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو خیر یعنی بھلائی اور اچھائی سکھانے والے پر اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے اور چیونٹیاں اپنے بلوں میں معلم کے لیے دعائے مغفرت کرتی رہتی ہیں اور اللہ تعالیٰ معلم (استاذ) کے لیے قیامت تک ثواب عطا فرماتا رہتا ہے۔ لہٰذا ہر معلم کو چاہیے کہ اخلاص نیت کے ساتھ دین کی خدمت سمجھ کر رضائے الٰہی عزوجل کے لیے لوگوں کو خیر کی تعلیم دے اور دنیوی حرص و طمع سے اپنے کو دور رکھے۔

استاذ کے لیے چند مفید باتیں: استاذ اور شاگرد کا رشتہ بڑا ہی متبرک ہوتا ہے، اس سلسلے میں استاذ کے لیے چند مفید باتیں ذیل کی سطور میں تحریر کی جا رہی ہیں جو ایک استاذ کے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ بہت ہی مفید اور کارآمد ثابت ہوں گی۔ لہٰذا ان کو بغور پڑھ کر عمل کرنے کی حتی الامکان کوشش کریں۔

(۱) استاذ کو چاہیے کہ شاگردوں کی بہتر سے بہتر تربیت کرے، انھیں اپنی حقیقی اولاد کی طرح سمجھے اور ان پر شفقت کرے، جیسے اپنی حقیقی اولاد پر کرتا ہے، اس لیے کہ استاذ شاگرد کے لیے روحانی باپ کا درجہ رکھتا ہے۔ اور شاگرد کو بھی چاہیے کہ استاذ کو اپنے باپ سے بھی زیادہ عزت دے اور ان کا ادب و احترام کرے اور ان کی ہر بات کو دل و جان سے تسلیم کرے۔

(۲) استاذ کو چاہیے کہ اگر کوئی طالب علم سبق سنانے میں یا امتحان

وغیرہ میں ناکامی سے دوچار ہو تو اس کی ناکامی پر رنجیدہ ہو اور اس کی ڈھارس بندھائے اور اسے ناکامی سے پیچھا چھڑانے کے لیے مفید مشورے دے۔ اگر کسی طالب علم کو کوئی کامیابی نصیب ہو تو اس کی حوصلہ افزائی کرے۔

(۳) اگر کوئی طالب علم بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کو جائے۔

(۴) اگر کسی طالب علم کے ساتھ کوئی سانحہ پیش آجائے مثلاً اس کے والد یا والدہ یا کسی عزیز کی وفات ہو جائے تو اس کی غم خواری کرے۔

(۵) اگر کسی طالب علم کو کوئی پریشانی لاحق ہو، مثلاً اس کے پاس کتابیں وغیرہ ضروری سامان کے لیے رقم نہ ہو تو اسے کتابیں اور اس کی ضرورت کا سامان دلوانے میں حتی المقدور اپنا کردار ادا کے۔

(۶) استاذ کو چاہیے کہ وقتاً فوقتاً طالب علم کے شوقِ علم کو ابھارتا رہے تاکہ اس کا جذبۂ حصولِ علم سرد نہ پڑے۔

(۷) فکرِ آخرت سے غفلت کے باعث ہلاکت ہے، لٰہذا استاذ کو چاہیے کہ طلبہ کو گاہے بہ گاہے فکرِ آخرت کی ترغیب دلاتا رہے اور انھیں اپنے ہر ہر فعل کا محاسبہ کرنے کا ذہن دے۔

(۸) استاذ کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ طلبہ کے لیے سند رکھتا ہے، اس لیے استاذ کو چاہیے کہ ہنسی مذاق میں بھی کسی کا غلط سلط نام نہ رکھے۔

(۹) استاذ کو چاہیے کہ بلا ضرورت کسی بھی طالب علم سے کسی طرح کی ذاتی خدمت نہ لے، مثلاً کپڑے دھلوانا، گھر کا سودا سلف منگوانا وغیرہ۔

(۱۰) استاذ کو چاہیے کہ بالخصوص آخری درجات یعنی سادسہ، سابعہ اور دورۂ حدیث میں طلبہ کو اپنی صلاحیتیں مفید امور میں استعمال کرنے کی ترغیب دے، پھر جس طالب علم میں تحریر کی صلاحیت غالب دیکھے اسے تحریر کی مشق کروائے، جس میں تدریس کی صلاحیت غالب دیکھے، اسے تدریس کے اسرار و رموز سے آگاہ کرے، اسی طرح جس کا ترجمہ اچھا ہو اسے اکابرین کی کتب کا ترجمہ کرنے کی ترغیب دے علیٰ ہذا القیاس۔

(۱۱) طلبہ کو علم پر عمل کرنے کا جذبہ دلاتا رہے۔

(۱۲) اگر کوئی طالب سبق سنانے میں ناکام رہتا ہے تو اسے فوراً جھاڑنے یا سجا دینے کے بجائے مناسب لہجے میں اسے سے وضاحت طلب کرے۔ اگر ناکامی میں طالب علم کی سستی میں دخل ہو تو اسے تنبیہ کرے، پھر بھی کوئی نتیجہ نہ نکلے تو شرعی اجازت کے تحت ہی سزا دے۔ استاذ شاگرد کو تادیباً بقدر ضرورت سزا دے سکتا ہے، لیکن یہ سزا ہاتھ سے دے اور ایک وقت میں تین ضربوں سے زیادہ نہ مارے، نیز چہرے پر مارنے کی ممانعت ہے۔ (کامیاب استاذ کون، مطبوعہ المدینۃ العلمیہ دعوتِ اسلامی)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا اپنے شاگردوں کے ساتھ تعلق:

مجددِ دین و ملت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ اپنے شاگردوں کے ساتھ کس قدر شفقت و مہربانی فرمایا کرتے تھے، اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا سید ایوب علی علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ محلہ قرولان کے ایک مسلمان سوہن حلوہ فروخت کیا کرتے تھے، ان سے حضور نے کچھ سوہن حلوہ خرید لیا، جب میں اور برادرم قناعت علی رات کے وقت کام کر کے واپس آنے لگے تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے قناعت علی سے ارشاد فرمایا، وہ سامنے تپائی پر کپڑے میں بندھی ہوئی چیز اٹھا لاؤ۔ جب اٹھا لائے تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ان کو دونوں ہاتھوں میں لے کر میری طرف بڑھے، میں پیچھے ہٹا، حضور آگے بڑھے میں اور پیچھے ہٹا یہاں تک کہ میں دالان کے گوشے میں پہنچ گیا۔ حضور نے ایک پوٹلی عطا فرمائی۔ میں نے کہا حضور یہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا سوہن حلوہ ہے، میں نے دبی زبان سے نیچی نظر کر کے عرض کیا: حضور بڑی شرم معلوم ہوتی ہے۔ فرمایا، شرم کی کیا بات ہے؟ جیسے مصطفیٰ (یعنی شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتیِ اعظم ہند) ویسے تم سب بچوں کو حصہ دیا گیا ہے، آپ دونوں کے لیے بھی میں نے دو حصے رکھ لیے۔ یہ سنتے ہی برادرم قناعت علی نے آگے بڑھ کر حضور کے ہاتھ سے اپنا حصہ خود لے لیا اور دست بستہ عرض کیا، حضور میں نے یہ جسارت اس لیے کی کہ اپنے بزرگوں کے ہاتھوں میں چیز دیکھ کر بچے اس طرح لے لیا کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے تبسم فرمایا۔ اس کے بعد ہم لوگ دست بوسی کر کے مکان سے چلے آئے، حقیقت یہ ہے کہ حضور نے ہم لوگوں کو بہت نوازا اور ہم نابکار کچھ خدمت نہ کر سکے۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:، ص:۱۰۹)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملا کہ استاذ کو چاہیے کہ وہ وقتاً فوقتاً اپنے شاگردوں پر کچھ نہ کچھ نوازشات کرتا رہے تاکہ شاگردوں کی دل جوئی ہوتی رہے اور شاگردوں کی نظر میں استاذ کا مرتبہ و مقام اور بڑھ جائے۔

استاذ کے حقوق: علما فرماتے ہیں کہ استاذ کا شاگرد پر یہ حق ہے کہ استاذ کے بستر پر نہ بیٹھے اگرچہ استاذ موجود نہ ہو۔ جو شخص لوگوں کو علم سکھائے وہ بہترین باپ ہے، کیوں کہ وہ بدن کا نہیں روح کا باپ ہے۔ فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ عالم کا حق جاہل پر اور استاذ کا حق شاگرد پر برابر ہے کہ اس سے پہلے بات نہ کرے، اس کی جگہ نہ بیٹھے، اگرچہ وہ موجود نہ ہو اور اس کی بات کو رد نہ کرے اور چلنے میں اس سے آگے نہ ہو۔ اسی طرح علما نے فرمایا کہ شاگرد کو بات کرنے اور چلنے میں استاذ

سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔ (الحقوق لطرح العقوق،ص:۹۰،۹۱)

حدیث (۱)۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علم سیکھو اور علم کے لیے ادب و احترام سیکھو، جس استاذ نے تجھے علم سکھایا ہے اس کے سامنے عاجزی و انکساری اختیار کرو۔ (المعجم الاوسط،ج:۴،ص:۳۴۲)

حدیث (۲)۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے کسی آدمی کو قرآن مجید کی ایک آیت پڑھائی وہ اس کا استاذ ہے۔ (المعجم الکبیر،ج:۸،ص:۱۱۲)

اپنے استاذ کا ادب کریں: استاذ روحانی باپ کا درجہ رکھتا ہے، جس طرح شریعت میں حقیقی باپ کا ادب و احترام اور تعظیم کرنا واجب و ضروری ہے، یوں ہی ایک شاگرد کے لیے بھی اپنے استاذ کا ادب و احترام اور تعظیم کرنا نہایت ضروری ہے۔ گرد کو چاہیے کہ اپنے استاذ کو آتا دیکھ کر ادباً تعظیم کے لیے کھڑا ہو جائے اور باادب سر جھکا کر سلام و دست بوسی کرے۔ اس لیے کہ ادب سے بہت کچھ حاصل ہوتا ہے اور باادب شاگرد کے لیے استاذ کے دل سے دعا نکلتی ہے اور ایسے شاگرد کامیاب بھی ہوتے ہیں اور انھیں استاذ کا خصوصی فیض ملتا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

باادب بانصیب   بے ادب بے نصیب

اور ایک عربی شاعر نے بڑی اچھی بات کہی ہے۔

مَا وَصَلَ مِنْ وَصَلِ اِلَّا بِالْحُرْمَةِ
وَمَا سَقَطَ مِنْ سَقَطٍ اِلَّا بِتُرْكِ الْحُرْمَةِ

یعنی جس نے جو کچھ پایا ادب و احترام کرنے کی وجہ سے پایا اور جس نے جو کچھ کھویا وہ ادب و احترام نہ کرنے کے سبب کھویا۔

طلبہ کے لیے چند مفید باتیں: عزیز طلبہ (۱) آپ کو چاہیے کہ اوقاتِ درس میں اپنے درجہ میں حاضر رہیں، بغیر ضرورتِ شدیدہ اور مجبوری کے غیر حاضری نہ کریں، اس لیے کہ ایک دن کے درس کی غیر حاضری کئی دنوں کے درس کی برکتوں کو ختم کر دیتی ہے۔ (۲) سبق کو بغیر سمجھے رٹنے کی کوشش نہ کریں، بغیر سمجھے رٹا ہوا سبق جلد بھول جاتا ہے۔ (۳) دوران سبق کسی سے گفتگو نہ کریں ورنہ سبق سمجھ میں نہیں آئے گا۔ (۴) اگر نفس سبق یاد کرنے میں سستی دلائے تو اسے سزا دیجیے مثلاً کھڑے ہو کر سبق یاد کرنا شروع کر دیں یا پھر جب تک سبق یاد نہ ہو جائے کھانا پینا نہ کریں (۵) اپنے اساتذہ کا ادب و احترام اپنی عادت میں شامل کر لیں اور ان کی دعائیں حاصل کریں۔ (۶) فضول گوئی، بدکلامی، جھوٹ، غیبت وغیرہ گناہ کے کاموں سے بچتے رہیں اور ہمیشہ سچ ہی بولیں۔ (۷) حصولِ علم کے ساتھ ساتھ اس پر عمل کرنے کی بھی اپنی عادت بنائیں (۸) درس گاہ کے علاوہ خارج اوقات میں حلقہ بنا کر سبق کی تکرار کرنے کی اپنی عادت بنائیں، انشاء اللہ تعالیٰ یہ حلقے آپ کے لیے بہت ہی کارآمد اور مفید ثابت ہوں گے اور حلقے کا ایک نگراں بھی مقرر کر لیں اور آپس میں دوران سبق بحث و مباحثہ بھی کریں، اس سے آپ کے علم میں اضافہ ہوگا اور ذہن بھی کھلے گا۔ (۹) اور کل جو سبق استاذ سے آپ کو پڑھنا ہے اس کا آج ہی مطالعہ کریں، یہ مطالعہ آپ کے لیے کل آنے والے سبق کو سمجھنے میں آپ کے لیے معاون ہوگا۔ (۱۰) نمازوں کی پابندی کریں، استاذ کے ڈر سے نہیں بلکہ رضائے الٰہی عزوجل کو پانے کے لیے نمازیں پڑھیں۔ (۱۱) حتی الامکان سنتوں پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ (۱۲) ماں، باپ، اساتذہ اور اپنے ساتھیوں بلکہ ہر چھوٹے بڑے سنی مسلمان کا کماحقہ احترام کریں، اور ہر سنی صحیح العقیدہ عالمِ دین اور پیرِ طریقت کا ادب و احترام کریں۔ (۱۳) اختلافی اور فروعی مسائل میں ہرگز نہ الجھیں۔

بزرگوں کی حکایات: استاذ کے مرتبہ و مقام کو مزید اجاگر کرنے کے لیے بزرگوں کی چند حکایات ذیل میں نقل کی جا رہی ہیں، جن کا مطالعہ طلبہ کے لیے انشاء اللہ عزوجل بہت ہی فائدہ مند ہوگا۔

حکایت (۱)۔ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں اپنے استاذ کی خدمت میں پانچ سال تک رہا، اس درمیان میں میں نے ان سے صرف دو بار بات کی کیوں کہ ان کے سامنے مجھے زبان کھولنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

حکایت (۲)۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کون نہیں جانتا، آپ فرماتے ہیں کہ ادب کے مارے میں اپنے استاذ حضرت حماد کے گھر کی طرف کبھی پیر نہیں پھیلاتا تھا۔ اور فرماتے ہیں، میں نے جس سے بھی تھوڑا علم حاصل کیا ہے اس کے لیے دعا کرتا ہوں۔

حکایت (۳)۔ حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ادب و احترام بادشاہِ وقت بھی کیا کرتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ رتبہ میرے استاذ کی خدمت کی وجہ سے ملا، میں ان کو کھانا پکا کر کھلایا کرتا تھا، لیکن اس میں سے کچھ بھی نہیں کھاتا تھا۔ (مقالاتِ فیضان اشرف، باسنی، ۲۰۰۴ء، ص:۶۰)

عزیز طلبہ! ان حکایات سے ہمیں یہ درس ملا کہ ہمارے بزرگوں کو عزت و شہرت اور بلند رتبہ و مقام حاصل ہوا ہے، وہ سب اپنے اساتذہ کے ادب و احترام اور ان کی خدمت گذاری کے سبب حاصل ہوا ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی اپنے بزرگوں کی حکایات سے درسِ عبرت حاصل کر کے اپنے اساتذہ کا ادب و احترام بجالانے کی کوشش کریں۔ مولا تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق خیر عطا فرمائے۔

نبیِ رحمت ﷺ کی دعائیں دشمنوں کے لیے

محمد ہاشم قادری مصباحی

اسلام میں دعا کی بے پناہ اہمیت ہے۔ قرآن و احادیث میں اس کے احکام واضح طور پر موجود ہیں۔ دعا خدا اور بندے کے درمیان سب سے مضبوط اور نزدیکی تعلق ہے۔ قرآن مجید میں ہے: میں اپنے بندے سے بہت ہی نزدیک ہوں، اس کی رگ جاں سے بھی قریب ہوں۔ دعا مانگنے کا حکم بار بار آیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ (القرآن، سورہ بقرہ ۲/، آیت ۱۸۶)

ترجمہ: میں دعا مانگنے والوں کی دعا قبول کرتا ہوں، جب وہ مجھے پکارے۔ اور فرماتا ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ (القرآن، سورہ مومن ۴۰، آیت ۵۹)

ترجمہ: جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہو کر۔

یہاں عبادت سے مراد دعا ہے۔ اس آیت کریمہ میں اکثر مفسرین نے عبادت کو دعا سے مراد لی ہے۔ حدیث پاک میں بھی دعا کو عبادت بلکہ عبادت کا مغز قرار دیا گیا ہے۔

اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ اور اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ

(مسند احمد جلد ٤، صفحه ۲۷۱ .مشكوٰة الدعوات)

اس آیت میں ایسی رہنمائی دی جا رہی ہے جسے اختیار کر کے دنیا و آخرت کی سعادتوں سے ہمکنار ہو سکے۔ دوسرے مذاہب میں بھی دعا کی ترغیب دی گئی ہے اور دعائیہ الفاظ بھی ان کی مذہبی کتابوں میں موجود ہیں۔ لیکن مذہب اسلام کے بنیادی عقیدۂ توحید سے ان کا دور دور تک تعلق نہیں ہے۔ اسلام میں عقیدۂ توحید پر قائم رہتے ہوئے اللہ رب العزت سے ہی اپنی بے بسی اور اپنی ضرورتوں کی التجا کا حکم ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بھی اسی کی تعلیم دی اور خود عمل کر کے دکھایا۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی رحمت ﷺ فرماتے ہیں: کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جو تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دے اور تمھارے رزق کو وسیع کر دے۔ رات دن اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہو کہ دعا سلاح (ہتھیار) مومن ہے۔ دعا سبھی مانگتے ہیں، سب اپنے لیے، اپنوں کے لیے مانگتے ہیں۔ ایسا حکم بھی ہے اللہ کے رسول نے طریقہ بتایا اور فرمایا: (مفہوم) پہلے اپنے نفس کے لیے پھر اپنوں کے لیے پھر دوسروں کے لیے دعا مانگو۔

دنیا میں جتنے جلیل القدر انبیاے کرام گزرے ہیں انہوں نے عقیدۂ توحید کی دعوت دی اور اللہ کے دین کی طرف انسانوں کو بلایا۔ جن قوموں نے اپنے نبی کو جھٹلایا، ان کو ستایا اور ان کی دعوت کو ٹھکرایا تو ان کے رسولوں نے ان کے لیے بد دعا کی اور اللہ نے بد دعا قبول فرماتے ہوئے ان قوموں کو برباد اور ہلاک کر دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے جب ان کو جھٹلایا اور ستایا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اس طرح بد دعا کی:

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا. اِنَّكَ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا۔

(القرآن، سورہ نوح ۷۱، آیت ۲۶-۲۷)

نوح نے کہا اے میرے رب ان کافروں میں سے کوئی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ۔ اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کی نسل سے جو بھی پیدا ہو گا بدکار اور سخت کافر و ناشکرا ہی ہو گا۔

اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کی گمراہی اور ڈھٹائی پر بد دعا کی اور وہ قومیں ہلاک ہوئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کی قوم کے خلاف جو بد دعا کی اس کا بیان کلامِ الٰہی میں اس طرح موجود ہے:

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ.

(القرآن، سورۃ یونس ۱۰، آیت نمبر ۸۸)

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اے ہمارے رب تو نے فرعون اور

اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں زینت اور مال و دولت سے نواز رکھا ہے۔ اے رب ان کے مال برباد کر دے اور ان کے دلوں پر ایسی مہر کردے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بددعا قبول فرمائی کہ ان کے دلوں میں ایمان قبول کرنے کی گنجائش ہی نہ رہی، جسے مہر لگ جانا کہا جاتا ہے۔ معلوم ہوا دل کی سختی بھی بڑا عذاب ہے۔ اس سے اللہ بچائے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ آنکھ سے آنسو نہ بہے، دل اچھوں کی طرف مائل نہ ہو۔ چنانچہ جیسا حضرت موسیٰ نے دعا فرمائی ایسا ہی ہوا کہ فرعونیوں کے درہم و دینار، پھل اور کھانے کی چیزیں پتھر ہو گئیں اور انہیں ایمان کی توفیق نہ ملی۔ ڈوبتے وقت ایمان لائے قبول نہ ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی ہارون علیہ السلام نے آمین کہا تھا۔

نبی رحمت ﷺ نے دشمنوں کے لیے دعا مانگی، ان کی ہدایت کی دعا مانگی۔ یہ بڑے دل و جگر کا کام ہے۔ زیادہ تر لوگ دشمنوں کے لیے بد دعا ہی کرتے ہیں لیکن قربان جائیے رب کریم کی شان رب العالمین پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنا تعارف رب العالمین کی حیثیت سے کرایا ہے۔ سورہ الفاتحہ کی ابتدا الحمد للہ رب العالمین سے ہوتی ہے۔ رب العالمین کا مطلب ہے سارے جہان کا پالنے والا اور پرورش کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول محمد ﷺ کا تعارف رحمۃ للعالمین سے کرایا۔ یعنی سارے جہان کے لیے رحمت۔ رب فرما رہا ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ.

(القرآن، سورۃ انبیاء، آیت ۱۰۷)

اے نبی، ہم نے تو تم کو دنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

نبی اپنے معاشرے کے لیے رحمت ہوتے ہیں۔ جب قوم رحمت قبول نہیں کرتی تو ہلاکت اس کا مقدر بن جاتی ہے مگر اللہ کے آخری رسول محمد ﷺ کی شان دوسرے انبیا سے الگ ہے۔ کفار نے آپ کو بھی جھٹلایا، آپ کی مخالفت کی، آپ کو انتہائی اذیت دی بلکہ آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا مگر نبی رحمت ﷺ نے ان کے لیے بد دعا نہ کی، ہدایت کی دعا کی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قیل یا رسول اللہ ادع علی المشرکین قال انی لم ابعث لعانا و انما بعثت رحمه. (مسلم ، کتاب البر والصله والادب، باب النھی عن لعن الدواب)

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مشرکوں پر بد دعا کیجیے۔ نبی رحمت نے فرمایا میں لعنت کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا ہوں۔ میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ احادیث میں دشمنوں کے لیے دعا مانگنے کا ذکر صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو کفار نے جتنی تکلیف پہنچائی، جتنی مخالفت کی سیرت کی کتابوں میں موجود ہے۔

طائف کے ہر قابلِ ذکر شخص سے حضور ﷺ نے ملاقات کی اور انہیں اللہ کی وحدانیت اور دین اسلام کو قبول کرنے کی دعوت دی۔ کسی نے شائستگی سے جواب دینے کی زحمت گوارہ نہ کی۔ انتہائی ڈھٹائی سے دعوت توحید کو مسترد کر دیا اور اس سے بھی زیادہ رذالت کا انہوں نے یوں مظاہرہ کیا۔ کہنے لگے: یَا مُحَمَّدُ اُخْرُجْ مِنْ بَلَدِنَا کہ ہمارے شہر سے نکل جاؤ۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ تم ہمارے نوجوانوں کو اپنی باتوں سے بگاڑ دو گے۔ انہوں نے شہر کے اوباش نوجوانوں کو نبی رحمت ﷺ کے پیچھے لگا دیا۔ وہ جلوس کی شکل میں اکٹھے ہو گئے اور حضور کا پیچھا کرنا شروع کر دیا، آوازے کستے، پھبتیاں اڑاتے، دشنام طرازی (گالی گلوچ) کرتے، اپنے بتوں کے نعرے لگاتے ہوئے حضور ﷺ پر پتھر برسانا شروع کر دیا، رحمۃ للعالمین ﷺ کے بابرکت قدموں کو اپنے پتھروں کا نشانہ بناتے۔ چلتے ہوئے آپ ﷺ جو پاؤں زمین پر رکھتے ٹھک سے پتھر اس پر آلگتا، حضور اسے اٹھاتے اور دوسرا پاؤں زمین پر رکھتے تو وہ پاؤں بھی پتھروں کی زد میں آجاتا، یہاں تک کہ ان ظالموں کی سنگ باری سے آپ کے مبارک قدم زخمی ہو گئے اور خون بہنا شروع ہو گیا۔ ان کی سنگ باری جب شدت اختیار کر لیتی تو حضور درد کی شدت سے بیٹھ جاتے۔ وہ ظالم حضور کو بازوؤں سے پکڑتے اور کھڑا کر دیتے۔ پھر پتھر برسانا شروع کر دیتے اور ساتھ ہی قہقہے لگاتے۔ زید بن حارثہ بیکسی کے اس عالم میں اپنے آقا کو بچانے کے لیے آڑ بن جاتے۔ کئی پتھر ان کے سر پر لگے اور خون بہنے لگا۔

طائف کے ان بدبخت لوگوں نے اپنے اس معزز و مکرم مہمان کو اپنے یہاں سے اس طرح رخصت کیا۔ نبی رحمت ﷺ جب طائف شہر کے باہر پہنچے تو آپ کا دل ان کے ظالمانہ سلوک سے از حد مغموم تھا۔ سارا جسم زخموں سے بھرا تھا۔ جسم مبارک سے خون بہہ رہا تھا۔ قریب ہی ایک باغ تھا۔ آپ ﷺ اس میں تشریف لے گئے اور انگور کی ایک بیل کے نیچے بیٹھ گئے۔ نبی رحمت ﷺ نے جو مناجات اس وقت اپنے رحیم و کریم رب کی بارگاہ میں کی اسے بار بار پڑھیے، غور کیجیے، شاید آپ ﷺ کی رفعتوں کا کچھ اندازہ ہو سکے۔ دیکھئے، پڑھیے سیرت کی کتابیں۔ (سبل الہدی، ج۔۲، ص۵۷۷، سیرت ابن کثیر، ج۔۲، ص۱۵۰، سیرت ضیاء النبی، ج۔۲، صفحہ ۴۴۴ و دیگر کتب سیرت)

علامہ ابن کثیر صحیحین کے حوالے سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ روایت نقل کی ہے:

هَلْ اَتٰی عَلَیْكَ یَوْمٌ كَانَ اَشَدَّ عَلَیْكَ مِنْ یَوْمِ اُحُدٍ؟فَقَالَ لَقَدْ لَقِیْتُ مِنْ قَوْمِكِ وَكَانَ اَشَدُّ مَالَقِیْتُ یَوْمَ الْعُقْبَةِ. آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، یا رسول اللہ کیا احد کے دن سے بھی زیادہ تکلیف دہ دن حضور پر گزرا ہے؟ فرمایا تیری قوم کے ہاتھوں جو تکلیفیں مجھے یوم العقبہ کو پہنچیں وہ زیادہ سخت تھیں۔

یعنی جس روز میں نے بنی ثقیف کے سرداروں عبد یالیل، سعود اور حبیب وغیرہ کو دعوت دی اور انہوں نے جو سلوک میرے ساتھ کیا وہ بڑا روح فرسا تھا۔ اس روز میں سخت غمگین و پریشان تھا۔ زخموں سے خون نکل رہا تھا۔ راستہ میں ایک جگہ بیٹھ گیا۔ میں نے سر اوپر اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ ایک بادل کا ٹکڑا مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ پھر میں نے غور سے دیکھا تو جبرئیل مجھے وہاں دکھائی دئے۔ انھوں نے بلند آواز سے مجھے پکارا اور کہا: اللہ تعالیٰ نے وہ گفتگو سن لی ہے اور آپ کے ساتھ قوم کا سلوک دیکھ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ملک الجبال یعنی پہاڑوں کے فرشتہ کو آپ کے پاس بھیجا ہے، وہ آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے اور آپ کی خدمت میں گزارش پیش کی یا رسول اللہ آپ حکم دیں تو ابھی کفار کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں۔ رحمت مجسم ﷺ نے فرمایا:

اَرْجُوْ اَنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ یَّعْبُدَ اللّٰهَ لَا یُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا.

ترجمہ: میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گی اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گی۔ (سبل الہدی، ج ۲، ص ۵۷۹۔ ۵۸۲، سیرت ابن کثیر، ج۔ ۲، صفحہ ۱۵۳، ۱۵۲، ضیاء النبی، ج۔ ۲، صفحہ ۴۴۷)

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا تھا جس وقت وہ اللہ کے نبی (یعنی حضور اپنا) واقعہ بیان فرما رہے تھے کہ ان کی قوم نے ان کو مار مار کر لہولہان کر دیا تھا وہ اپنے چہرے سے خون پوچھتے تھے اور کہتے تھے: اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِیْ اِنَّهُمْ لَایَعْلَمُوْنَ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے وہ نادان ہے۔ (بخاری کتاب الانبیاء، باب حدیث المغار)

امام محمد یوسف الصالحی سبل الہدی میں امام احمد اور شیخین کے حوالے سے ایک روایت یوں نقل فرماتے ہیں:

عکرمہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے پہاڑوں کے فرشتے! میں صبر کروں گا، شاید ان کی اولاد میں سے کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں جو لا الہ الا اللہ پر ایمان لائیں۔ حضور کی اس رحمت اور شفقت کو دیکھ کر ملک الجبال (پہاڑوں کا فرشتہ) یہ کہہ اٹھا، جس طرح آپ کے رب نے آپ کا نام رکھا ہے بے شک آپ رؤوف و رحیم ہیں۔ رحمت کی یہ روشن سال انسانی تاریخ میں ڈھونڈنے سے نہیں ملے گی۔ یہی موقع ہوتا ہے جب نبی بددعا کرتے ہیں۔ ان کی بددعا قبول ہوتی ہے اور قوم ہلاک و برباد ہوتی ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے بددعا بھی نہیں کی اور ملک الجبال کی ہلاکت کی پیشکش کو ٹھکرا دیا اور ہدایت کی دعا کی کیونکہ اللہ نے آپ کو رحمت اللعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔

سلام اس پر کہ جس نے خوں پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

حضرت زنبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھرانے کی باندی تھیں مسلمان ہوگئیں تو ان کو کافروں نے اس قدر مارا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔ حضور نے ان کے لیے دعا مانگی۔ خداوند تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کی دعا سے پھر ان کی آنکھوں میں روشنی عطا فرمادی تو مشرکین کہنے لگے یہ محمد (ﷺ) کے جادو کا اثر ہے۔ (زرقانی علی المواہب، ج:۱، ص ۲۷۰)

مدینہ میں انصار کے علاوہ بہت سے یہودی بھی آباد تھے۔ ان یہودیوں کے تین قبیلے بنوقینقاع، بنونظیر، قریظہ مدینہ کے اطراف میں آباد تھے اور نہایت مضبوط محلات و قلعے بنا کر رہتے تھے۔ ہجرت سے پہلے یہودیوں اور انصار میں ہمیشہ اختلاف رہتا تھا۔ چونکہ مدینہ کی آب و ہوا اچھی نہ تھی، یہاں طرح طرح کی بیماریاں وبائیں پھیلتی رہتی تھیں۔ اس لیے کثرت سے لوگ بیمار ہوتے۔ مہاجرین بھی بیمار ہونے لگے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شدید لرزہ بخار میں مبتلا ہو کر بیمار پڑ گئے اور بخار کی شدت میں یہ حضرات اپنے وطن مکہ کو یاد کرکے کفار مکہ پر لعنت بھیجتے تھے۔ اور مکہ کی پہاڑیوں اور گھاسوں کے فراق میں اشعار پڑھتے تھے۔ حضور ﷺ نے لوگوں کی پریشانیوں کو دیکھ کر یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ، ہمارے دلوں میں مدینہ کی ایسی محبت ڈال دے جیسی مکہ کی محبت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور مدینہ کی آب و ہوا کو صحت بخش بنا دے اور مدینہ کے صاع اور مد، ناپ تول کے برتنوں میں خیر و برکت عطا فرما اور مدینہ کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل فرما دے۔ آپ کی دعا سے مدینہ کے لوگوں کو آرام مل گیا۔ (مدارج النبوت، ج۔ ۲، ص ۷۰، اور بخاری)

آپ کی دعاؤں اور عفو درگزر کی مثالوں میں سے یہ ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے لبید بن عاصم یہودی کو جس نے آپ پر جادو کیا تھااور خیبر کی اس یہودن کو جس نے زہر آلود بکری کی ران آپ کو دی تھی، معاف فرمادیااور دعا سے نوازا۔(مدارج النبوت، ج۔اول، ص ۴۷)

آپ ﷺ کمال عفوو درگزر فرمانے والے تھے۔ مطلب یہ کہ آپ نے اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہ لیا۔ جس نے آپ کے مال کو برباد کیا یا آپ کو برا کیا یا تکلیف پہنچائی، اسے معاف کردیا۔ آج مسلمانوں کا یہ شیوہ ہوگیاہے کہ جب اسے کسی سے تکلیف پہنچتی ہے تو کہتا ہے (بلکہ کرتا ہے) میں اینٹ کا جواب پتھر سے دوں گا۔ افسوس صد افسوس آوے کا آوا بگڑا ہوا ہے۔ جو اچھے اور نیک کہلاتے ہیں یہاں تک علما (چند کو چھوڑکر) ذرا سی بات پر اپنے قریبی دوستوں، رشتے داروں کے لیے بد دعا کرنے لگتے اور نقصان پہنچانے کے لیے اوراورادو وظائف اور تعویذ کا استعمال کرنے لگتے ہیں۔ مگر نبی رحمت ﷺ کی سنت یہ ہے کہ آپ نے پتھر کھائے جواب میں پتھر نہیں برسائے۔ بلکہ ان کی ہدایت کی دعا کی اور آپ کی دعا قبول ہوئی۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ طائف کی اگلی نسل نے رسول پاک کا کلمہ پڑھ لیا۔ کل طائف کے لوگ رسول اللہ کے دشمن تھے آج طائف کے لوگ رسول پاک کا کلمہ پڑھ رہے ہیں۔ آپ کی امت میں ہیں یہ کرشمہ تھا آپ کی رحمت بھری دعاؤں کا اور آپ کے رحمت اللعالمین ہونے کا۔ آپ ﷺ کی زندگی سراپا رحمت تھی۔ زحمت، تشدد، انتقام جیسی چیزیں آپ کے اندر نہ تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ دشمن بھی آپ کا گرویدہ ہوجاتا تھا اور آپ کی رحمت بھری شخصیت سے متاثر ضرور ہوتا تھا اور آپ کو صادق الامین کے لقب سے پکارتا تھا اور اکثر کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوجاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول کی اس صفت اور اس کے اثرات کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

ترجمہ: (اے پیغمبر) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے نرم دل واقع ہوئے ہو ورنہ اگر تم تند خو اور سخت دل ہوتے تو یہ سب تمھارے گردو پیش سے چھٹ جاتے۔ ان کے قصور معاف کردو، ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو۔ (القرآن، سورہ آل عمران، آیت ۱۵۹)

جس طرح ہمارے آقا ﷺ کی پہچان رحمت ہے اسی طرح امت محمدی کی پہچان بھی رحمت ہونی چاہیے۔ مسلمان اپنے فیملی کے لیے، اپنے محلہ اور سماج کے لیے اپنے ملک اور انسانوں کے لیے رحمت بننے کی کوشش کریں۔ اس وقت ایسے حالات پیدا ہوگئے ہیں کہ مسلمانوں کو زحمت سمجھا جاتا ہے، ان کو ظلم و تشدد سے جوڑا جارہا ہے۔ مسلم نوجوانوں میں صبرو تحمل اور رواداری کا جذبہ کم ہورہا ہے۔ ان کو اپنے رسول کی سیرت کو Roll Model ماننا چاہیے، اپنانا چاہیے۔ ہم مسلمانوں کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ اپنی شخصیت کو رحمت بنانی ہوگی، اپنے کردار سے رحمت کا ثبوت دینا ہوگا اور اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی بجائے رسول کی رحمت بھری سیرت کو اپنانا ہوگا۔ ہم تمام امتیوں کو اپنے آقا ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے حسن اور اخلاق اور عفوودرگزر کو اختیار کرنا چاہیے۔ ☆☆

(ص:۴۳/ کا بقیہ)......... بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی اور بابائے ملت کے اسما قابل ذکر ہیں۔ فراغت کے بعد آپ نے مدرسہ عتیق المدارس المعروف اشاعت الاسلام بڑھنی، دارالعلوم ربانیہ باندہ اور دارالعلوم فضل رحمانیہ پچپیڑوا میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۷۴ء میں جامعہ عربیہ انوار القرآن بلرام پور میں مسند تدریس پر متمکّن ہوئے اور تقریباً ۳۵/ برس تک حفظ و تجوید کی تعلیم دے کر سبکدوش ہوئے۔ ترچنا پلی مدراس کی نور مسجد میں چالیس برس تک تراویح پڑھائی۔ ۱۹۹۳ء اور ۲۰۰۰ء میں مع اہلیہ حج و زیارت سے سرفراز ہوئے۔ قاری صاحب مرحوم کو حافظ ملت علامہ عبد العزیز محدث مرادآبادی بانی جامعہ اشرفیہ سے بھی بہت گہرا لگاؤ تھا۔ اپنی ایک خود نوشت میں فرماتے ہیں "جامعہ عربیہ انوار القرآن میں آنے کے بعد حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی آنکھ کا آپریشن ہونا تھا تو بہرائچ شریف حضرت کی خدمت میں مجھ ہی کو بھیجا گیا اور تاقیام بہرائچ ساتھ رہا اور ساتھ ہی بلرام پور واپس ہوا۔ حضرت نے مجھے دعاؤں سے نوازا، یہ میری سب سے بڑی سعادت ہے کہ حضرت کی خدمت نصیب ہوئی اور دعاؤں کا ثمرہ حاصل ہوا" بیعت وارادت شیر بیشۂ اہل سنت علامہ حشمت علی خان علیہ الرحمہ سے حاصل تھی۔ قاری صاحب مرحوم کا اخلاق و کردار بہت بلند تھا۔ آپ طلبہ پر انتہائی مشفق و مہربان رہا کرتے تھے۔ آپ کے مشہور شاگردوں میں قاری محمد شبیر ممبئی، قاری محمد ایوب قادری. بنکٹی، قاری شیر محمد پچپیڑوا، قاری محمد مسلم، قاری محمد مستقیم، قاری دین محمد بلرام پوری کا نام سر فہرست ہے۔ راقم الحروف کو بھی حضور والا سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ ۶/ اکتوبر بروز جمعرات آبائی وطن کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ نماز جنازہ مفتی مسیح احمد قادری شیخ الحدیث جامعہ عربیہ انوار القرآن نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں علما، حفاظ و قرا اور عقیدت مندوں نے شرکت کی۔ مولائے قدیر قاری صاحب مرحوم کی دینی خدمات کو قبول فرماکر آپ کے درجات بلند فرمائے۔ امین

از: قاری ذاکر علی قادری
صدر المدرسین مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن شاہی مسجد بڑا چاند گنج لکھنؤ

انوارِ حیات

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا عشقِ رسول

پروفیسر فاروق احمد صدیقی

میلادِ مبارک کے موقع پر میں کھڑے ہو کر سلام پڑھتا اور نہایت ہی عاجزی و خاکساری، محبت و خلوص کے ساتھ تیرے حبیبِ پاک پر درود و سلام بھیجتا رہا۔ جو کوئی درود و سلام پڑھے اور اس کے ذریعہ دعا کرے وہ کبھی مسترد نہیں ہو سکتی۔

علمائے ہند میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء-۱۰۵۳ھ/۱۶۴۲ء) کی جامع الصفات شخصیت جس طرح علمِ حدیث کے باضابطہ معلمِ اول کی حیثیت سے معروف و متحقق ہے، اسی طرح عشقِ رسول کی ایک روشن علامت کے طور پر ممتاز و محترم ہے۔ یہ وہ دولتِ بیدار ہے جو نصیبوں سے کسی کو ملا کرتی ہے، مرزا عزیز لکھنوی نے کیا خوب کہا ہے۔

دہد حق عشقِ احمد بندگانِ چیدۂ خود را
بخاصاں شاہ می بخشد مئے نوشیدۂ خود را

حضرت شیخ کے مقبولِ بارگاہ ہونے پر ان کے معاصر علما و مشائخ سے لے کر آج تک کے اہلِ علم و فضل کا اجماع ہے، خواہ اس کا تعلق کسی بھی طبقۂ خیال سے ہو۔ یہ دولتِ گراں مایہ کلیۃً عطائے ربانی ہوتی ہے جو کسب و اکتساب سے حاصل نہیں ہوتی اور جس خوش نصیب کے دل میں یہ جاگزیں ہو جاتی ہے وہ سربلند ہو کر رہتا ہے۔ ع

ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

ایک اچھے مسلمان کی زندگی میں جو بھی حرکت و حرارت ہوتی ہے، عشقِ رسول کی ہی بدولت ہوتی ہے، اگر یہ نہیں ہوتا تو علامہ اقبال کے لفظوں میں کہا جائے گا کہ۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

اردو کے ایک معروف ادیب و دانش ور جناب قدرت اللہ شہاب نے عشقِ رسالت کے تعلق سے بڑی فکر انگیز اور قیمتی باتیں کہی ہیں، ملاحظہ ہو۔

"ایک عامی مسلمان کا شعور اور لاشعور جس شدت اور دیوانگی کے ساتھ شانِ رسالت کے حق میں مضطرب ہوتا ہے، اس کی بنیاد عقیدہ سے زیادہ عقیدت پر مبنی ہے، خواص میں یہ عقیدت ایک جذبہ اور عوام میں ایک جنون کی صورت میں نمودار ہوتی ہے، یہ جذبہ یا جنون نہ تو کسی منظم تحریک کی پیداوار ہے اور نہ ہی کسی خاص برین واشنگ کا نتیجہ ہے۔ اس کے برعکس یہ تو ایک خود کار تخلیقی عمل کی طرح جنم لے کر فطرتِ انسانی کے ایسے نہاں خانوں میں پوشیدہ رہتا ہے، جس کا بسا اوقات ہمیں خود بھی علم نہیں ہوتا۔"(۱)

عبارتِ بالا میں خود کار تخلیقی عمل کا ٹکڑا بڑا تہ دار اور طرح دار ہے، حضرت شیخ محدث کو حضور نبی اکرم ﷺ سے جو والہانہ عقیدت اور شیفتگی تھی اس کو ہم ایک خود کار تخلیقی عمل پر بھی محمول کر سکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ سعادت خدائے بخشندہ کی عنایتِ خاص ہوتی ہے، جس سے ان کو حصۂ وافر ملا تھا اور اس کا عملی مظاہرہ ان کی سیرت و شخصیت اور تصانیف سے برملا ہوتا رہا ہے۔ مشہور مورخ جناب شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

"شیخ محدث کو حضرت مجدد بڑے عزیز تھے اور ان کا طریقہ بھی عزیز تھا، لیکن رسول کی محبت سب سے بڑھ کر تھی اس لیے انھیں مجبور کیا کہ وہ مجدد

کے بعض دعاوی کے خلاف آواز اٹھائیں۔"(۲)

شیخ اکرام پھر آگے لکھتے ہیں:

"بہر کیف اگر کسی باطنی اشارے کی بنا پر حضرت مجدد سے شیخ کی عقیدت بڑھ گئی ہو تب بھی رسالے میں کوئی چیز ایسی نہیں جس سے شیخ عبدالحق جیسا عاشقِ رسول رجوع کرے۔"(۳)

(امامِ ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے ایک مکتوب کے بعض جملوں کی حضرت شیخ نے گرفت کی تھی جو ان کی نظر میں شانِ رسالت کے منافی تھے، اسی کی طرف اشارہ ہے۔)

شیخ اکرام کہنا یہ چاہتے ہیں کہ حضرت شیخ کے عشقِ رسول کی کسوٹی پر اگر کوئی بات پوری نہیں اترتی تھی تو ان کے جذبۂ عشقِ رسول میں حدت آجاتی تھی، بلکہ شدت بھی اور اس سلسلہ میں وہ کسی سے کوئی مفاہمت نہیں کرسکتے تھے۔

مولانا سید احمد عروج قادری مدیر "نئی زندگی" رام پور، جن کا انسلاک جماعت اسلامی سے تھا، رقم طراز ہیں:

"حضرت شیخ کے "کارِ تجدید" کا یہ مرکزی نقطہ تھا۔ ان کی کوئی تصنیف اس کوشش سے خالی نہیں، لیکن انھوں نے صرف اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت اور ان کے مقامِ بلند کو واضح کرنے کے لیے ایک ضخیم کتاب "مدارج النبوۃ" مرتب کی۔ سیرۃ النبی پر فارسی زبان میں وہ اس زمانے میں بہترین تصنیف تھی اور آج بھی اس کی وقعت کم نہیں ہوتی ہے۔"(۴)

عبارت بالا سے ظاہر ہے کہ مدارج النبوۃ کی تصنیف کا محرک بھی حضرت شیخ کا جذبۂ عشقِ رسول ہی تھا، تقریباً یہ بات پروفیسر خلیق احمد نظامی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے بھی کہی ہے، ملاحظہ ہو:

"رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کا شاید ہی کوئی گوشہ ہو جن پر اس کتاب (مدارج النبوۃ) میں روشنی نہ ڈالی گئی ہو، یہ کتاب شیخ محدث کا نہایت علمی و ادبی شاہکار ہے، ہندوستانوں میں مسلمانوں نے جو مذہبی لٹریچر پیدا کیا ہے اس میں "مدارج النبوۃ" کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے، اس سے پہلے کسی ہندی مسلمان نے رسولِ پاک کی اتنی جامع، مفصل اور مکمل سوانحِ حیات مرتب نہیں کی تھی۔" (۵)

مولانا اشرف علی تھانوی بھی حضرت شیخ کے جذبۂ عشقِ رسول کا یوں فراخ دلانہ اعتراف کرتے ہیں:

"بعض اولیاء اللہ بھی ایسے گذرے ہیں کہ خواب میں یا حالتِ غیبت میں روزمرہ ان کو دربارِ نبوی کی حاضری کی دولت نصیب ہوتی تھی، ایسے حضرات صاحبِ حضوری کہلاتے ہیں، انھیں میں سے ایک حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہیں کہ یہ بھی اس دولت سے مشرف تھے اور صاحبِ حضوری تھے۔"(۶)

حضرت شیخ کا "صاحبِ حضوری" ہونا یقیناً بڑے شرف و سعادت کی بات ہے اور یقیناً۔ع

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

بہر کیف اقتباساتِ بالا تو حدیثِ دیگراں کے طور پر لائے گئے ہیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ ان کے عشقِ رسول کے بارے میں رائے عامہ کیا ہے، اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت شیخ کی تصانیف کے حوالے سے یہ دکھا دیا جائے کہ ان کا عشقِ رسول کہاں کہاں اور کن کن صورتوں میں جلوہ گر ہوا ہے۔ یہ تو واضح ہو چکا ہے کہ "مدارج النبوۃ" ان کی شاہکار تصنیف ہے، جس کے جملہ مشتملات ان کے جذبۂ عشقِ رسول کے آئینہ دار ہیں۔ پوری کتاب کا احاطہ ممکن العمل نہیں۔ اس لیے محض چند حوالوں پر اکتفا کیا جائے گا۔ یہ کتاب دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، پہلے حصہ کا آغاز سورۂ حدید کی آیت، پاک (ھو الاول والآخر والظاھر والباطن) سے ہوتا ہے، تمام قدیم و جدید مفسرین نے اس آیتِ پاک کو صفاتِ الٰہی کا مظہر قرار دیا ہے، جیسا کہ نصِ صریح سے ثابت ہے، مگر حضرت شیخ نے ان تمام صفات کو ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی منطبق کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"(ھو الاول والآخر والظاھر والباطن و ھو بکل شیئ علیم) وہی ذات اول وآخر اور ظاہر و باطن ہے اور وہی ہر شے کا جاننے والا ہے، یہ کلمات اعجاز اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں حمد وثنا پر بھی مشتمل

ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی کبریائی کے ذکر و بیان کے خطبے میں ارشاد فرمایا ہے اور حضور اکرم سید عالم ﷺ کی نعت و صفت کو بھی شامل ہیں، کیوں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان اسما و صفات کے ساتھ آپ کی توصیف فرمائی، باوجودیکہ یہ اسماء من جملہ اسمائے حسنیٰ بھی ہیں۔"[۷]

اس کے بعد حضرت شیخ نے حضور ﷺ کے اول و آخر، ظاہر و باطن ہونے پر احادیث پاک کے حوالے سے بڑی مدلل اور نفیس بحث کی ہے، جس کو "مدارج النبوۃ" میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

مجھے نہیں معلوم کہ حضرت شیخ سے پہلے ان کے زمانے میں یا ان کے بعد کسی مفسر قرآن نے اس آیت کو مدحتِ خیر الانام پر محمول کیا ہو، یہ بلا شرکتِ غیرے حضرت شیخ کا عشقِ رسول ہے جو "من احب شیئًا اکثر ذکرہ" کا حریری لبادہ اوڑھ کر سامنے آیا ہے۔ کیا تعجب شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے حضرت شیخ کی اسی عاشقانہ تفسیر سے متاثر ہو کر یہ کہا ہو کہ ۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

آپ ﷺ کا پسینۂ اطہر مشک و عنبر سے بہتر تھا، یہ تو متفق علیہ ہے، لیکن حضرت شیخ نے اس پسینۂ مبارک کے تعلق سے روایت کی روشنی میں ایک اور بڑا روح پرور انکشاف کیا ہے جسے پڑھ کر ایمان کے گلشن میں ایک تازہ بہار آجاتی ہے۔ ملاحظہ ہو:

"بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کے پسینۂ مبارک سے گلاب کا پھول پیدا ہوا ہے۔ ایک اور جگہ مروی ہے کہ آپ نے فرمایا گلِ سفید یعنی چنبیلی میرے پسینے سے شبِ معراج پیدا ہوئی، گلِ سرخ یعنی گلاب جبریل کے پسینے سے اور گلِ زرد یعنی چمپا براق کے پسینے سے، نیز مروی ہے کہ فرمایا معراج سے واپسی پر میرے پسینے کا قطرہ زمین پر گرا تو اس سے گلاب کی روئیدگی ہوئی جو کوئی میری خوشبو سونگھنا چاہے وہ گلاب کو سونگھے۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جب میرے پسینے کا قطرہ زمین پر گرا تو زمین ہنسی اور گلاب کے پھول کو اگایا۔"[۸]

مجھے یقینِ کامل ہے کہ امامِ عشق و محبت سیدی اعلیٰ حضرت بریلوی کے سامنے بھی حضرت شیخ کی پیش کردہ روایت موجود تھی اور مستند بھی، اسی لیے عشقِ رسول میں ڈوبے ہوئے یہ شان دار اشعار ان کے خامۂ زر نگار سے معرضِ اظہار میں آئے، جو قلب و روح کی گہرائیوں میں اتر جاتے ہیں ۔

انھیں کی بو مایۂ سمن ہے، انھی کا جلوہ چمن چمن ہے
انھی سے گلشن مہک رہے ہیں، انھی کی رنگت گلاب میں ہے
وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل، یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے [۹]

حضرت شیخ نے کہیں بھی کوئی بات اپنے جی سے نہیں کہی ہے، بلکہ اصحاب کرام نے حضور انور ﷺ سے جس بے پایاں شیفتگی اور بے مثل مثل جاں نثاری کا مظاہرہ فرمایا ہے، اسی پر اپنے عشقِ رسالت مآب کی اساس رکھی ہے، عشقِ رسول میں شرابور ان کی پیش کردہ یہ روایت بھی ملاحظہ ہو:

"ایک روایت میں آیا ہے کہ صحابۂ کرام آپ کے بولِ مبارک اور لہو شریف کو تبرک گردانتے، پینا صحابہ سے متعدّد بار واقع ہوا ہے، چناں چہ اس حجام نے جس نے آپ کے پچھنے لگائے تھے، سینگی یا چسکی سے جتنا لہو شریف نکلتا وہ اسے حلق سے اپنے شکم میں اتارتا جاتا، حضور نے فرمایا: تم خون کیا کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا، میں خون نکال کر اپنے شکم میں پنہاں کرتا جاتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ حضور کا خون مبارک زمین پر بہے۔ آپ نے فرمایا، بلا شبہہ تم نے اپنی پناہ تلاش کر لی اور اپنے نفس کو محفوظ بنالیا یعنی بلا اور امراض سے بچ گئے، اسی میں ہے غزوۂ احد کے دن جب حضور اکرم ﷺ مجروح ہوئے تو حضرت ابو سعید خدری کے والد مالک بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے زخموں کو اپنے منہ سے چوس کر زبان سے زخموں کو پاک و صاف کیا، لوگوں نے ان سے کہا کہ اپنے منہ سے خوب باہر نکالو، انھوں نے کہا، نہیں، خدا کی قسم! زمین پر آپ کے خون کو ہر گز نہ گرنے دوں گا۔ وہ خون کو نگل گئے، اس پر حضور اکرم

ﷺ نے فرمایا، جو شخص خواہش رکھتا ہے کہ وہ کسی جنتی شخص کو دیکھے تو وہ انھیں دیکھ لے۔"(۱۰)

یہاں پر یہ نکتہ غور طلب ہے کہ قرآن پاک میں مطلقاً خون کو حرام قرار دیا گیا ہے، اس میں کسی کا بھی استثنا نہیں ہے، ملاحظہ ہو آیتِ پاک "حرمت علیکم المیتة والدم.....الخ"(۱۱)

اس نصِ صریح کے باوجود صحابیِ رسول حضرت مالک بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے جسمِ اطہر کے خون کو پوری بشاشت قلبی کے ساتھ چوسا اور ایک نعمت غیر مترقبہ اور تبرک سمجھ کر اپنے شکم مبارک میں محفوظ کر لیا اور حضورِ پاک ﷺ نے ان کو اس عمل سے روکنے کے بجائے جنت کی بشارت دے دی، اس کا صاف و صریح مطلب یہ ہے کہ حضرت مالک بن سنان کا عقیدہ تھا کہ آیتِ مذکورہ میں جس میں خون کی حرمت کا بیان کیا گیا ہے، اس میں حضورِ پاک صاحبِ لولاک کا خون شامل نہیں ہے اور خود حضور اقدس ﷺ نے بھی ان کو جنت کی بشارت دے کر اصحاب کرام ہی نہیں بلکہ قیامت تک آنے والی تمام نسلوں کو یہ پیغام دے دیا کہ آیت زیرِ بحث مطلق ہونے کے باوجود آپ کے خونِ مبارک کو استثنا کرتی ہے۔ (سبحان اللہ)!

آنکھ والا ترے جلووں کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

مدارج النبوۃ میں اسی طرح کی بے شمار روایات کو حضرت شیخ نے اکٹھا کیا ہے، یعنی یہ پوری کتاب مستطاب۔ ع

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

کے مصداق ہے۔

حضرت شیخ کے عشقِ رسول کا ایک اور دل کش نظارہ عبارتِ ذیل میں ملاحظہ کیجیے، جس میں میلادِ پاک کے تقدس اور اس میں کھڑے ہو کر صلاۃ و سلام پڑھنے کو نجات و مغفرت کی ضمانت سمجھ کر وہ اپنے ٹھوس مسلکِ عشق کا والہانہ اظہار فرماتے ہیں:

"اے اللہ میرا کوئی عمل ایسا نہیں ہے جو تیرے دربار کے لائق ہو، کیوں کہ میرے تمام اعمال میں فسادِ نیت اور کمیِ عمل شریک ہے، البتہ مجھ حقیر فقیر کا ایک عمل صرف تیری ذاتِ پاک کی وجہ سے بہت شان دار ہے اور وہ یہ ہے کہ میلادِ مبارک کے موقع پر میں کھڑے ہو کر سلام پڑھتا اور نہایت ہی عاجزی و خاکساری، محبت و خلوص کے ساتھ تیرے حبیبِ پاک پر درود و سلام بھیجتا رہا۔

اے اللہ! وہ کون سا محل و مقام ہے جہاں میلادِ مبارک سے زیادہ تیری خیر و برکت اور کرم و رحمت کا نزول ہوتا ہے، اس لیے اے ارحم الراحمین مجھے پکا یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی بیکار نہ جائے گا، بلکہ لازماً تیری بارگاہ میں قبول ہوگا اور جو کوئی درود و سلام پڑھے اور اس کے ذریعہ دعا کرے وہ کبھی مسترد نہیں ہو سکتی۔" (۱۲)

اسی مقام پر میرا جذبۂ شوق بے اختیار فرطِ مسرت میں علامہ اقبال کی ہم نوائی کرنا چاہتا ہے۔

چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شانِ رَفعنا لکَ ذِکرک دیکھے

چودھویں صدی ہجری میں مسلک شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے سچے نقیب، شارح، مفسر اور امین و علَم بردار امامِ اہلِ سنت اعلیٰ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا بریلوی نے بھی محفلِ میلاد کی عظمت و تقدیس کے تعلق سے بڑا زورِ قلم دکھایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائشِ مولا کی دھوم
مثلِ فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضاؔ
دم میں جب تک دَم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے (۳)

عشقِ رسول کے تعلق سے حضرت شیخ کی تصنیف لطیف "جذب القلوب فی دیار المحبوب" بھی اپنے موضوع پر لاجواب ہے۔ از الف تا ی عشقِ رسول کے بوقلموں جلووں کا خزانۂ عامرہ اس میں موجود ہے اور کیوں نہ ہو کہ بقول شاعر۔

من مذهبي حب الديار لاهلها

وللناس فیما یعشقون مذاهب

(میرے مذہب میں دیار سے محبت کرنا صاحبِ دیار کی وجہ سے ہے اور عشق میں لوگوں کے الگ الگ مذاہب ہوا کرتے ہیں۔)

ایک سچے عاشقِ رسول کے لیے مدینۂ پاک کو چپہ چپہ، ذرہ ذرہ قابلِ احترام ہوتا ہے۔ چناں چہ مدینہ پاک کی مٹی کی عطر بیزی کے تعلق سے حضرت شیخ کا یہ روح پرور بیان ملاحظہ ہو:

"مدینہ پاک کی مٹی میں ایک خاص خوشبو ہے جو مشک و عنبر میں نہیں پائی جاتی اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، اس لیے کہ جہاں پر حبیبِ پاک ﷺ کی سانسوں کی ہوا پہنچی ہو وہاں مشک و عنبر کی کیا حقیقت۔"(۱۴)

ع۔ عقیدت ہو تو ایسی ہو، محبت ہو تو ایسی ہو

خلاصۂ گفتگو یہ کہ حضرت شیخ حیات و کائنات کے جملہ مسائل و معاملات کا حل عشقِ رسول میں ہی ڈھونڈتے تھے، ملاحظہ ہو درج ذیل اقتباس:

"میر عبد الاول نے بڑے پتے کی بات کہ دی ہے کہ شیخ عبد الحق نے اپنے زمانے کے فتنوں کا تریاق علم حدیث کی ترویج میں دیکھا اور اسی میں مشغول رہے۔ واقعہ یہ ہے کہ شیخ کے زمانے میں مہدویت، قیومیت اور عقلیت کے طرف داروں نے عقائد و خیالات میں الجھنیں ڈال رکھی تھیں۔ شیخ نے ان سب کا علاج یہی سوچا کہ نبوت کی عظمت و حقیقت کو نمایاں کیا جائے، اسی مقصد کے لیے انھوں نے علومِ حدیث کی اشاعت کی بلکہ ان کی علمی زندگی کا اصل محور رسالت مآب کی ذات بابرکات تھی۔"(۱۵)

اس کو محض حسنِ اتفاق ہی کہا جائے کہ اردو کے سب سے بڑے شاعر اور دانش ور علامہ اقبال نے بھی بعینہ یہی بات کہی ہے:

"میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان میں ملتِ اسلامیہ کی شیرازہ بندی کے لیے رسولِ اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس ہی ہماری سب سے بڑی اور کارگر قوت ہو سکتی ہے۔"(۱۶)

مضمون کی طوالت کے پیشِ نظر اتنے ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے، ورنہ۔

ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوئے لالہ

مراجع و مصادر

(۱) شہاب نامہ۔ از قدرت اللہ شہاب، مطبوعہ حامی بک ڈپو، حیدر آباد، ص:۱۲۱۷۔

(۲) رودِ کوثر، از شیخ محمد اکرام۔ ص:۳۶۲۔

(۳) ایضاً، ص:۳۶۹۔

(۴) تصوف اور اہلِ تصوف۔ از مولانا سید احمد عروج قادری، ص:۱۲۰۔

(۵) ایضاً، ص:۱۲۱

(۶) الافاضاۃ الیومیۃ من الافادۃ القبوعیۃ۔ از مولانا اشرف علی تھانوی، ج:۷، ص:۶/ بحوالہ ماہ نامہ کنز الایمان جنوری ۲۰۱۳ء، ص:۴۱۔

(۷) مدارج النبوۃ، حصہ اول ترجمہ۔ از شیخ عبد الحق محدث دہلوی، ص:۷۔

(۸) ایضاً، ص:۴۸، ۴۹۔

(۹) حدائقِ بخشش، حصہ اول، از: امام احمد رضا فاضل بریلوی

(۱۰) مدارج النبوۃ، حصہ اول ترجمہ۔ از شیخ عبد الحق محدث دہلوی، ص:۴۹، ۵۰۔

(۱۱) القرآن الکریم، سورہ مائدہ، آیت:۳۔

(۱۲) اخبار الاخیار اردو، ص:۵۲۴۔

(۱۳) حدائقِ بخشش، حصہ اول، از: امام احمد رضا فاضل بریلوی

(۱۴) جذب القلوب فی دیار المحبوب، از: شیخ عبد الحق محدث دہلوی، ص:۶۔

(۱۵) رودِ کوثر، از شیخ محمد اکرام۔ ص:۳۶۹۔

(۱۶) کلیاتِ مکاتیبِ اقبال، جلد سوم، ص:۵۷۔ مکتوب پیام عبد الجلیل منگلوری، مرتبہ مظفر حسین برنی۔

فکر و نظر

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

جنوری ۲۰۱۶ء کا عنوان — اہلِ سنت کے غیر مربوط علما اور مشائخ - اسباب اور حل

فروری ۲۰۱۷ء کا عنوان — فتاویٰ حافظِ ملت، ایک تاثراتی مطالعہ

چاروں مسلکوں کا اجماع ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں تین

قرآن و احادیث اور دلائلِ فقہیہ کی روشنی میں ایک معلومات افزا تحریر

از: مولانا محمد ناظم علی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ، صحابۂ کرام، تابعین عظام اور ائمۂ اسلام امامِ اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کے اصحاب کے اجماع سے یہی ثابت ہے کہ ایک مجلس میں مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، چاہے شوہر تین بار میں تین طلاق دے، مثلاً یوں کہے: میں نے تم کو طلاق دیا، طلاق دیا، طلاق دیا۔ یا ایک ہی بار میں تین طلاق دے مثلاً یوں کہے: میں نے تم کو تین طلاق دیا۔ امام حجۃ الاسلام جصاص رازی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ "احکام القرآن" میں فرماتے ہیں:

"فالكتاب والسنة وإجماع السلف توجب إيقاع الثلاث معاو إن كانت معصية."

کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ اور اجماعِ سلف سے یہی ثابت ہے کہ ایک ساتھ دی گئی تینوں طلاقیں لازماً ایک ساتھ واقع ہوتی ہیں، اگرچہ یہ گناہ ہے۔ (۳۸۸/۱)

"فتح القدیر" میں ہے:

"ذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث."

جمہور صحابہ، تابعین اور ان کے بعد ائمۂ مسلمین کا مذہب یہی ہے کہ بیک لفظ تین طلاقیں تین ہوں گی۔ (۳۳۰/۳، باب طلاق السنۃ)

صاوی شریف میں ہے: "هذا هو المجمع عليه."

اسی پر اجماع ہے۔ (۱۰۷/۱)

فتح القدیر میں ہے: "فإجماعهم ظاهر." (۳۳۳/۳)

اسی پر صحابۂ کرام کا اجماع ہے۔

اگر کسی قاضی یا حاکم نے ایک ساتھ دی گئی تین طلاقوں کے ایک طلاق ہونے کا فیصلہ کیا تو اس کا فیصلہ و حکم باطل و مردود ہے، ہاں اگر بیوی غیر مدخولہ ہو اور شوہر نے اسے ایک ساتھ طلاق دینے کے بجائے الگ الگ تین طلاق دی اور یوں کہا: تجھے طلاق دیا، طلاق دیا، طلاق دیا۔ تو صرف ایک طلاق پڑے گی اور بقیہ طلاقیں لغو ہو جاتی ہیں۔ لیکن اگر شوہر نے غیر مدخولہ بیوی کو ایک ہی مجلس میں، ایک ہی مرتبہ، ایک ہی کلمہ میں تین طلاق دے اور یوں کہے: تجھے تین طلاق دیا، تو تین طلاق پڑے گی۔

قرآن کریم میں اللہ عز و جل نے ارشاد فرمایا: اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ (البقرۃ، آیت:۲۲۹)

طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

اس کے بعد فرمایا: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ (البقرۃ، آیت: ۲۳۰)

پھر اگر شوہر نے اسے (تیسری) طلاق دے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی، یہاں تک کہ دوسرے شوہر کے پاس رہے۔

ان آیات، مبارکہ سے صاف صاف واضح ہے کہ شوہر کو ایک اور دو طلاق تک رجعت کا حق حاصل ہے، تیسری طلاق کے بعد وہ رجعت نہیں کر سکتا اب حلالہ کے بعد ہی وہ عورت اس کے لیے حلال ہوگی۔ قرآن کریم نے طلاق کے احکام ذکر فرمائے مگر کسی طلاق کا حکم شرط کے ساتھ مشروط نہ فرمایا بلکہ شرط و قید کے بغیر مطلق ذکر فرمایا اور حکم جب مطلق وارد ہوتا ہے تو اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے، جس کا واضح معنیٰ یہ ہوا کہ شوہر نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں طلاق دی یا الگ الگ مجلس میں بہر حال طلاق واقع ہوئی، ایک دی تو ایک، دو دی تو دو اور تین دی تو تین۔ جب قرآن کریم میں تینوں طلاقوں کا حکم مطلق وارد ہے تو اسے کسی شرط کے ساتھ مقید کرنا اور یہ کہنا کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق ایک طلاق ہے، کتاب اللہ پر زیادتی ہے۔

علاوہ ازیں اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ" کو "فَا" سے ذکر فرمایا، جو عربی زبان میں تعقیب مع الوصل پر دلالت کرتا ہے، یعنی یہ بتاتا ہے کہ معطوف معطوف علیہ کے بعد بلا مہلت متّصلاً واقع ہے تو اس قاعدہ کی روشنی میں آیتِ مذکورہ کا روشن معنیٰ یہ ہوا کہ شوہر نے اپنی بیوی کو دو طلاق رجعی کے بعد متّصلاً تیسری طلاق دی، چاہے وہ طلاقیں ایک مجلس میں دیں یا الگ الگ مجلسوں میں، ساری طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور وہ عورت بے حلالہ اس شوہرِ اول کے لیے حلال نہ ہوگی۔

ابن حزم نے "المحلی" میں اس آیت کے تحت کہا ہے:

"وهذا يقع على الثلاث مجموعة ومتفرقة ولا يجوز أن يخص بهذه الأية بعض ذٰلك دون بعض بغير نص"

اس صورت میں تین طلاق واقع ہوگی خواہ ایک مجلس میں دے دی یا الگ الگ مجلسوں میں نص کے بغیر اس آیت سے بعض کو چھوڑ کر بعض کو خاص کرنا جائز نہیں۔

سنن ابن ماجہ میں "باب من طلق ثلاثا فی مجلس واحد" (ایک مجلس کی تین طلاق کا بیان) میں مروی ہے کہ حضرت عامر شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فاطمہ بنتِ قیس سے کہا:

"حدثيني عن طلاقك قالت : طلقني زوجي ثلاثا وهو خارج إلى اليمن فأجاز ذلك رسول الله ﷺ."

(ص:۱٤۷)

آپ مجھے اپنی طلاق کا واقعہ بتائیں تو انھوں نے کہا: میرے شوہر نے یمن سے نکلتے وقت مجھے تین طلاقیں دے دیں تو اللہ کے رسول ﷺ نے ان تینوں طلاقوں کو نافذ کر دیا۔

اس حدیث پاک میں غور و فکر سے صاف عیاں ہے کہ فاطمہ بنت قیس کے شوہر نے انھیں ایک ہی مجلس میں تینوں طلاقیں دی تھیں، جیسا کہ اس پر روشن شاہد "وهو خارج إلى اليمن" (یمن سے نکلتے وقت مجھے تین طلاقیں دے دیں) ہے۔ اس کی تائید اس حدیث کی دوسری روایت سے ہوتی ہے، جو دار قطنی میں بایں الفاظ مروی ہے:

"ان حفص بن المغيرة طلق امرأته فاطمة بنت قيس على عهد رسول الله ﷺ ثلث تطليقات في كلمة واحدة فأبانها منه النبي ﷺ."

حفص بن مغیرہ نے اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بیک لفظ تین طلاقیں دے دیں تو نبی پاک ﷺ نے انھیں ان کے شوہر سے الگ فرما دیا۔

ان دونوں روایتوں سے یہ حقیقت روز روشن سے زیادہ عیاں ہو جاتی ہے کہ رسولِ پاک ﷺ نے ایک مجلس میں بیک لفظ دی گئی تین طلاقوں کو نافذ فرما دیا، اسی لیے محدث ابنِ ماجہ نے "ایک مجلس میں تین طلاق" کے عنوان کے تحت اس حدیث کو ذکر فرمایا۔ اگر ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق ایک طلاق رجعی ہوتی جیسا کہ مخالفین اس پر شدت سے زور دے رہے ہیں اور تین واقع ہونے کے خلاف شور مچا رہے ہیں تو حضور فاطمہ بنت قیس کا نکاح ان کے شوہر سے جدا نہ فرماتے اور تینوں طلاقیں نافذ نہ فرماتے اور محدثِ جلیل ابنِ ماجہ اسے تین طلاق کے عنوان کے تحت ذکر نہ فرماتے۔ محدثِ جلیل ابنِ ماجہ کا تین طلاق کے زیرِ عنوان سے اسے ذکر فرمانا اور دوسری روایت سے اس کی روشن تائید دشمنانِ دین کی ریشہ دوانیوں کا قلعہ قمع کر رہی ہے۔

صحیحین میں باب "باب من أجاز الطلاق الثلاث" (تین طلاقوں کے نافذ کرنے کے باب) کے تحت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے:

"ان رجل طلق امرأته ثلاثا فتزوجت وطلق فسأل النبی ﷺ أتحل للأول قال: لا، حتی یذوق عسیلتها کما ذاق الاول."

"ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی تو اس نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا شوہر ثانی نے انھیں طلاق دے دیا تو نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ کیا وہ شوہر اول کے لیے حلال ہیں تو آپ نے فرمایا: نہیں یہاں تک کہ وہ اس کا مزہ چکھ لے جیسا کہ پہلے نے چکھا۔

حدیثِ پاک میں "ثلاث تطلیقات فی ثلاثة أطهار" (تین طہر میں تین طلاق)، نہ فرمایا، جس سے یہ ظاہر ہوا کہ یہ طلاقیں الگ الگ تین طہروں میں دی گئیں بلکہ ایک مطلق رکھا جس سے اس بات کا ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہوتی ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے والد نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دے دیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس سلسلے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:

"بانت بثلاث فی معصیة الله تعالیٰ و بقی تسع مأة وسبع و تسعون عدوانا و ظلما."

تین طلاقوں کے ذریعہ عورت شوہر کے نکاح سے اس حال میں نکلی کہ وہ نافرمان و معصیت کار رہا اور بقیہ نو سو ستانوے (۹۹۷) طلاقیں ظلم و سرکشی ہیں۔ (دار قطنی، ۲/۴۳۳)

ظاہر ہے کہ یہ ہزار طلاقیں ہزار مجلسوں میں نہیں دی گئیں بلکہ جوشِ غضب میں ایک مجلس میں چاہے بیک لفظ یا مختلف لفظوں کے ذریعہ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی تو اس کی وجہ سے رسولِ پاک ﷺ غضب ناک ہوئے اور انھیں رجعت کا حکم دیا تو آپ نے عرض کیا:

"یا رسول الله! أرأیت لو طلقتها ثلاثا؟ قال: إذا قد عصبت ربك و بانت منك امرأتك."

اے اللہ کے رسول! اگر میں نے اسے تین طلاق دے دی ہوتی تو کیا حکم ہوتا؟ آپ نے فرمایا: اس وقت تم خدا کے نافرمان ہوتے اور تمھاری بیوی تمھارے نکاح سے نکل جاتی۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، دار قطنی)

اس حدیث سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ جس طرح حیض کی حالت میں طلاق دینا گناہ ہے، اسی طرح ایک ساتھ تین طلاق دینا بھی گناہ ہے۔

دوسری بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ حیض کی حالت میں اگر کسی نے اپنی عورت کو ایک یا دو طلاق دی تو اسے رجعت کا اختیار ہے، لیکن تین طلاق دینے کے بعد رجعت کا اختیار نہیں، بلکہ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل جائے گی، جیسا کہ حدیث کا لفظ "و بأنت منك امرأتك" (تمھاری بیوی تمھارے نکاح سے نکل جاتی) اس پر شاہد ہے۔

جب حیض کی حالت میں ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے تینوں پڑجاتی ہیں اور عورت شوہر کے نکاح سے نکل جاتی ہے، شوہر کو رجعت کا اختیار نہیں رہتا، جب کہ شوہر یہاں دو گناہوں کا ارتکاب کر رہا ہے (۱) حالت حیض میں طلاق دینے (۲) ایک ساتھ تین طلاق دینے۔ تو اگر کوئی شخص طہر کی حالت میں ایک ساتھ تین طلاقیں دے تو بدرجۂ اولیٰ تینوں طلاقیں پڑجائیں گی اس لیے کہ اس صورت میں صرف ایک ہی گناہ اور معصیت (ایک ساتھ تین طلاق دینے) کا ارتکاب ہوا ہے۔

اس سے اہلِ ظاہر اور ابنِ تیمیہ کا یہ دعویٰ ساقط ہو جاتا ہے کہ ایک ساتھ تین طلاق دینے سے صرف ایک طلاق رجعی پڑتی ہے، اگر ایک طلاق رجعی پڑتی تو بیوی شوہر کے نکاح سے نہ نکلتی اور حدیثِ پاک میں "بانت منك امرأتك" وارد نہ ہوتا۔

نافع بن عجیر بن عبد یزید بن رکانہ روایت کرتے ہیں:

"أن رکانة بن عبد یزید طلّق امرأته سهیمة البتة فأخبر النبی ﷺ بذلك وقال: والله ما أردت إلّا واحدة فقال رسول الله ﷺ: والله ما أردت إلا واحدة فقال رکانة: والله ما أردت إلا واحدة فردها الله رسول الله ﷺ." (ابو داؤد، ص: ۳۰۰، ابن ماجہ، ص: ۱۴۹)

حضرت رکانہ نے اپنی بیوی سہیمہ کو طلاق "بتّہ" دے دی، پھر انھوں نے نبیِ پاک ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی اور عرض کیا کہ خدا کی قسم میں نے صرف ایک طلاق کی نیت کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا خدا کی قسم تو نے صرف ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی؟ تو رکانہ نے عرض کیا: خدا کی قسم میں نے صرف ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی بیوی انھیں لوٹا دی۔

اس حدیثِ پاک سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں طلاق "بتہ" دی تھی "بتہ" کا لفظ مصدر ہے جس میں فرد حقیقی لفظ کا مدلول اور متیقن اور فرد حکمی محتمل ہوتا ہے، طلاق کا فرد

حقیقی ایک ہے جو متیقن ہے اور فرد حکمی تین ہے جو محتمل ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ فردِ محتمل (تین طلاق) کی نیت کر لینے سے تین طلاق پڑ جاتی ہے، اگر ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاق کے فردِ محتمل (تین طلاق) کی نیت کرنے سے فردِ حقیقی متیقن (ایک طلاق) ہی واقع ہو، تین طلاق واقع نہ ہو جس کے بعد بیوی شوہر کے نکاح سے نکل جاتی ہے اور شوہر کو رجعت کا اختیار نہیں رہتا، بلکہ اس کے بعد حلالہ کے بغیر حلال ہی نہیں ہوتی تو حضرت رکانہ کا قسم کھانا اور سرکار کا ان سے قسم لینا بے معنیٰ ہوتا، اس لیے کہ حضرت رکانہ صرف اس لیے قسم کھا رہے تھے کہ کہیں کوئی ان پر اس تہمت کا شبہہ نہ کرے کہ اس کو تین طلاق سے بچانے اور اپنی زوجیت میں واپس لینے کے لیے ایک طلاق کی نیت کی۔ آپ نے اللہ عزو جل کی قسم کھا کر تہمت کے اس شبہہ کو دفع فرما دیا، اگر تین طلاق کی نیت سے بھی ایک ہی طلاق واقع ہوتی تو حضرت رکانہ قسم نہ کھاتے اور حضورِ اقدس ان سے قسم نہ لیتے، حضرت رکانہ کا ایک طلاق کی نیت پر قسم کھانا اور حضور اقدس سید عالم ﷺ کا ان سے اس پر قسم لینا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ طلاق کے فردِ محتمل (تین طلاق) کی نیت سے تین طلاق پڑ جاتی ہے، جب فردِ محتمل کی نیت سے تین طلاق پڑ جاتی ہے تو جہاں صریح لفظوں میں ایک مجلس میں تین طلاق دی بدرجۂ اولیٰ تین طلاق پڑے گی لأن الصريح يفوق المحتمل.

بعض روایتوں میں وارد ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیا اور رسول پاک ﷺ نے اسے ایک طلاق قرار دیا۔ امام اجل، شارح صحیح مسلم علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"رواية ضعيفة عن قوم مجهولين فلا يحتج بها و إنما الصحيح منها ما قدمناه أنه طلقها البتة."

(شرح نووی صحیح مسلم، ص:۴۷۸)

"یہ ایک ضعیف روایت ہے، جس کے راوی مجہول لوگ ہیں، یہ روایت قابلِ استدلال نہیں صحیح روایت وہ ہے جسے ہم نے پہلے ذکر کیا کہ رکانہ نے طلاقِ بتہ دی۔"

علامہ نووی مزید فرماتے ہیں کہ "بتہ" کا لفظ تین طلاق کا احتمال رکھتا ہے تو شاید ضعیف روایت کے راویوں نے یہ سمجھا اور غلطی سے اسے "بتہ" کے بجائے "ثلاثا" روایت کر دی۔

علامہ ابن عبد البر نے حدیث "أن ركانة طلق ثلاثا" کے تحت فرمایا: "أنه ضعيف" یہ حدیث ضعیف ہے۔

اور امام بخاری نے فرمایا: "أنه مضطرب و معلل ذكره القسطلانی فی التلخيص الجبير"

"یہ حدیث مضطرب و معلل ہے۔ علامہ قسطلانی نے "التلخیص الجبیر" میں اسے ذکر فرمایا۔"

اور امام حجۃ الاسلام جصاص رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "احکام القرآن" اور امام ابنِ ہمام نے "فتح القدیر" میں فرمایا:

"أنه منكر" یہ حدیث منکر ہے۔

اور محدث ابن جوزی نے "العلل المتناهية" میں فرمایا:

"ليس بصحيح" یہ روایت صحیح نہیں۔

علامہ زاہد الکوثری فرماتے ہیں کہ حافظ ابنِ رجب حنبلی نے فرمایا کہ قاضی اسماعیل نے "احکام القرآن" میں فرمایا کہ طاؤس صاحب فضل و صلاح ہونے کے باوجود منکر روایتیں ذکر کرتے ہیں۔ ان منکر روایتوں میں سے ابنِ عباس سے ان کی روایت کردہ حدیث ہے۔ اور ابنِ ایوب سے مروی ہے کہ وہ طاؤس کی کثرتِ خطا پر حیرت فرماتے تھے۔ اور ابنِ عبد البر نے فرمایا کہ ابنِ عباس سے طاؤس کی روایت کردہ حدیث شاذ ہے۔ اس کے بعد ابن رجب حنبلی نے فرمایا کہ علمائے اہلِ مکہ طاؤس کی ان روایتوں کو منکر اور شاذ قرار دیتے جنھیں وہ تنہا روایت کرتے (اور کوئی ان کی متابعت نہ کرتا) اور کرابیسی نے "أدب القضاء" میں کہا کہ طاؤس ابنِ عباس سے منکر حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ (الإشفاق علی أحکام الطلاق، ص:۵۷،۵۸)

علامہ کوثری نے مزید فرمایا کہ حافظ ابنِ رجب حنبلی نے اپنی کتاب "بيان مشكل الأحاديث الواردة في أن الطلاق الثلاث واحدة" میں فرمایا کہ راوی اگرچہ ثقہ ہو لیکن جب وہ ثقہ راویوں کے خلاف تنہا روایت کر رہا ہے تو حدیث میں یہ ایک ایسی علت ہے جس کے سبب اس کی روایت کردہ حدیث میں توقف کیا جائے گا اور اس کے شاذ و منکر ہونے کا حکم لگایا جائے گا، جب کہ اس کا معنیٰ صحیح طریق سے مروی نہ ہو، متقدمین ائمۂ حدیث امام احمد، یحییٰ بن معین، یحییٰ بن قطان اور علی بن مدینی وغیرہ کا یہی طریقہ ہے۔ ابنِ عباس سے طاؤس کے علاوہ کسی نے ایسی روایت نہ کی، امام احمد نے ابنِ منصور کی روایت میں فرمایا کہ ابنِ عباس سے ان کے تمام اصحاب نے طاؤس کی روایت کے خلاف روایت کیا۔

(الإشفاق علی أحکام الطلاق، ص:۵۷)

امام بیہقی نے "السنن الکبریٰ" میں ابنِ عباس کے آٹھ ثقہ

تلامذہ سے اپنی سندوں کے ساتھ یہ روایت کیا کہ ابنِ عباس سے بیک لفظ تین طلاقوں کے ایک ہونے کا فتویٰ دیا۔(۷/۷/۳۴۳)

امام ابنِ حجر شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"أن أبا داؤد رجح أن ركانة إنما طلق امرأته البتة كما أخرجه هو من طريق آل بيت ركانة و هو تعليل قوى لجواز أن يكون بعض رواته حمل "البتة" على الثلاث فقال: طلقها ثلاثا فبهذه النكتة يقف الاستدلال بحديث ابن عباس."

"امام ابو داؤد نے اس روایت کو ترجیح دی کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو محض طلاق بتہ دی تھی، کیوں کہ طلاق بتہ کے راوی رکانہ کے اہل و عیال ہیں اور یہ ایک مضبوط دلیل ہے، اس لیے کہ ممکن ہے کہ ابن جریج کی روایت کے بعض راویوں نے لفظ "البتۃ" کو تین طلاق پر محمول کر کے یہ روایت کر دیا ہو کہ انھوں نے تین طلاق دی تھی تو اس نکتہ کی وجہ سے ابنِ عباس کی اس روایت سے استدلال ساقط ہو جاتا ہے۔"

ابنِ ابو شیبہ نے اپنی مصنف میں تخریج کیا کہ عمران بن حصین سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے ایک مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاق دی تو آپ نے فرمایا:

"أثم بربه و حرمت عليه امرأته."

اس نے اپنے رب کے ساتھ گناہ کیا اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو گئی۔

اور اسی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

"كان عمر اذا أتى برجل قد طلق امرأته ثلاثا فى مجلس أوجعه ضربا و فرق بينهما."

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں جب کوئی ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دی تھی تو اسے سخت سزا دیتے اور دونوں کے درمیان تفریق فرما دیتے۔

اور حضرت علقمہ عبد اللہ سے راوی کہ آپ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاق دی تو آپ نے فرمایا:

"حرمها ثلاث و سبعة و تسعون عدوان"

"تین طلاق نے اسے اس پر حرام کر دیا اور باقی ستانوے طلاقیں سرکشی ہیں۔"

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من طلق فى بدعة ألزمناه بدعته رواه عبد الباقى"

"جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق بدعی دی، ہم نے اس پر اس کی بدعت لازم کر دی، اسے عبد الباقی نے روایت کیا۔"

عبد الرزاق نے اپنی مصنف اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں سالم سے روایت کیا، وہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، آپ نے فرمایا:

"من طلق امرأته ثلاثا طلقت و عصى ربه"

جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی اس پر اس کی طلاق پڑ گئی

اور عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں اسی طرح حضرت عبد اللہ ابن مسعود اور امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب و سیدنا عثمان غنی و سیدنا علی و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔

اس سے ابنِ عباس سے طاؤس کی روایت کردہ اس حدیث کی حقیقت روشن ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سیدنا صدیقِ اکبر اور سیدنا عمر بن الخطاب کی خلافت کے ابتدائی دور میں تین طلاق ایک مانی جاتی تھی، اس لیے کہ وہ ثقہ راویوں کی روایت کے بالکل خلاف ہے، اس لیے کہ جلیل الشان اور بلند پایہ محدث سیدنا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"كل اصحاب ابن عباس رووا عنه خلاف ما قال طاؤس"

"ابنِ عباس کے تمام اصحاب نے آپ سے طاؤس کے خلاف روایت کیا۔"

ابنِ عباس کے اجلہ اصحاب سعید بن جبیر، مجاہد، عطا، عمرو بن دینار، عکرمہ، مالک ابن الحارث، محمد ابن ایاس، معاویۃ ابنِ عیاش انصاری اور اس ان کے علاوہ دوسرے حضرات نے آپ سے یہی روایت کیا کہ آپ تین طلاق کو لازم قرار دیتے تھے نہ یہ کہ تین طلاق کو ایک قرار دیتے تھے، كذا فى سنن البيهقى و بداية المجتهد.

ماردینی نے "الجوهر النقى" میں فرمایا: صاحبِ استذکار نے ذکر کیا کہ یہ روایت وہم اور غلط ہے، علمائے محدثین نے اس روایت کو قبول نہ فرمایا، آپ نے یہاں تک فرمایا:

"لا يصح ذالك عن ابن عباس لراية الثقات عنه خلافه."

ابنِ عباس سے طاؤس کی روایت صحیح نہیں، اس لیے کہ ثقہ

راویوں نے ابنِ عباس سے اس کے خلاف روایت کیا ہے۔

علاوہ ازیں ابنِ عباس سے طاؤس کی روایت ابنِ عباس کے فتاویٰ کے بر خلاف ہے۔ امام مجاہد سے "سنن ابو داؤد" میں مروی ہے کہ میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا تو ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ دیر خاموش رہے تو میں نے خیال کیا کہ شاید ابنِ عباس سائل کو بیوی واپس فرمادیں، تو کچھ دیر بعد آپ نے فرمایا: تم میں سے بعض لوگ بیوی کو طلاق دیتے وقت حماقت سے کام لیتے ہیں اور پھر اے ابنِ عباس اے ابنِ عباس کہتے ہیں تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا

اور جو شخص اللہ (تعالیٰ) سے ڈرتا ہے تو اللہ (تعالیٰ) اس کے لیے کوئی سبیل پیدا فرمادیتا ہے۔

"عصيت ربك و بانت منك امرأتك."

"تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے اور تیری بیوی تیرے نکاح سے نکل گئی۔"

ابنِ عباس سے ایک شخص نے کہا: میں نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاقیں دے ڈالی ہیں تو آپ میرے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے اس استفتا کے جواب میں یہی فتویٰ صادر فرمایا:

"طلقت منك بثلاث وسبع و تسعون اتخذت بها اٰيات الله هزوا." رواه في المؤطا.

(مشکوۃ المصابیح، ص:۲۸۴، باب المطلقۃ ثلاثا)

"تیری عورت پر تینوں طلاقیں پڑ گئیں اور ستانوے طلاقیں دے کر تو اللہ عزوجل کی آیتوں کے ساتھ ٹھٹھا کرتا ہے۔"

بیہقی میں ہے کہ ایک شخص نے ابنِ عباس سے عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دے دی ہیں تو آپ نے فرمایا:

"تأخذ ثلاثا و تدع تسع مأة و سبعة و تسعين."

"تین لے لو اور نو سو ستانوے چھوڑ دو۔" (بیہقی، ۲/۷،۳۳۷)

اس طرح سے ابنِ عباس نے تین طلاق کے لازم ہونے کے کثیر فتوے صادر فرمائے اور راوی جب اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف عمل کرے تو اس کا یہ عمل اس روایت کی صحت میں موجبِ طعن ہوتا ہے یا اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ وہ حدیث منسوخ ہے، یا اپنے ظاہری معنیٰ پر نہیں، اس لیے کہ اس حدیث کی صحت کا مدار خود وہ راوی ہیں۔ کذا في النبراس.

امام اجل طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور آپ نے سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی حدیثیں تخریج کیں جو اس بات کی شاہد ہیں کہ ابنِ عباس سے طاؤس کی روایت منسوخ ہے۔

بعض حضرات محدثین نے یہ جواب دیا کہ پہلے لوگ اپنی بیوی کو ایک طلاق دیتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بیک لفظ تین طلاقیں دینے لگے تو آپ نے تینوں طلاقوں کو نافذ و لازم فرمادیا تو یہ لوگوں کی عادت کا تغیر بتاتا ہے نہ کہ ایک ہی مسئلہ میں حکم کا تغیر بتاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس باب میں اپنی طرف سے کچھ نہ فرمایا، بلکہ آپ کے نزدیک رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو تین طلاق کا نافذ و لازم ہونا ثابت تھا آپ نے اسی کو لازم و نافذ فرمایا۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ قرآن و سنت اور اجماعِ امت سے یہی ثابت ہے کہ کسی شخص نے اپنی مدخولہ بیوی کو ایک مجلس میں بیک لفظ یا مختلف الفاظ میں تین طلاق دی تو اس پر تینوں طلاقیں پڑ جائیں گی اور اگر غیر مدخولہ بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں تو بھی تینوں طلاقیں پڑ جائیں گی، ہاں اگر غیر مدخولہ بیوی کو ایک مجلس یا متعدّد مجلسوں میں ایک ساتھ یا الگ الگ کلموں کے ذریعہ طلاق دی تو صرف پہلی طلاق واقع ہوگی اور باقی طلاقیں لغو ہوجائیں گی، اس لیے کہ وہ غیر مدخولہ بیوی پہلی طلاق سے نکاح سے نکل گئی اور دوسری اور تیسری طلاق کا محل نہ رہی۔ یہی جمہور صحابہ، تابعین اور ان کے بعد ائمۂ مسلمین کا مذہب ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

"ذهب جمهور الصحابة والتابعين و من بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث."

(فتح القدير، ۳/ ۳۳۰، باب طلاق السنة)

مزید فرمایا: "لو حكم حاكم بأن الثلاث بفم واحد واحدةٌ لم ينفذ حكمه لأنه لا يسوغ الاجتهاد فيه فهو خلاف الاختلاف." (فتح القدیر، ۳/۳۳۰، باب طلاق السنۃ)

اگر کسی حاکم نے بیک زبان تین طلاقوں کو ایک طلاق کا حکم دیا تو اس کا حکم نافذ نہ ہوگا، کیوں کہ اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں اور یہ حق کے خلاف ہوگا، اس کو اختلاف نہ کہا جائے گا۔

امامِ اہلِ سنت مجددِ دین و ملت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

"ایک بار تین طلاق دینے سے نہ صرف نزدِ حنفیہ بلکہ اجماع

مذاہب اربعہ تینوں طلاقیں مغلظہ ہوجاتی ہیں، امام شافعی، امام مالک، امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم ائمۂ متبوعین سے کوئی امام اس باب میں اصلاً مخالف نہیں۔" (فتاویٰ رضویہ، ۱۲/۴۱۰، مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر، گجرات)

ان حقائق کے روشن ہوجانے کے بعد اسلام مخالف طاقتوں کا قرآن وسنت اور اجماع امت سے ثابت شدہ حکم کے خلاف شدت سے شور مچانا اور ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک قرار دینا اسلام دشمنی کے سوا کچھ نہیں، قرآن کریم کا روشن ارشاد ہے:

"لا تبدیل لکلمت اللہ" اللہ کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔

واضح رہے کہ حق آج انھیں چار مذہبوں میں دائر ومنحصر ہے، ان چاروں مذہبوں کا اسی پر اجماع ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق، تین طلاق ہے، اس لیے اس سے ہٹکر الگ مذہب اور الگ فیصلہ ہرگز معتبر نہ ہوگا اور نہ ہی لازم ونافذ ہوگا۔ قرآن وسنت اور اجماع امت سے ثابت شدہ حکم کے خلاف وہی شور مچاتے ہیں، جنھیں اسلام کا کچھ بھی حصہ حاصل نہیں، قرآن وسنت کے روشن نصوص میں غور وفکر اور امعانِ نظر کا حق ائمۂ دین متین اور اعیانِ اسلام کو حاصل ہے، دشمنانِ دین اور اعدائے اسلام کو نہیں۔

تین طلاق کا اسلامی تصور اور عصر حاضر

از: محمد مبشر رضا ازہر مصباحی، نوری دار الافتا، کوٹر گیٹ، بھیونڈی azhar.misbahi1@gmail.com

قرآن کریم میں خالق کائنات نے اپنی مخلوق کو دینی ومذہبی اور سماجی وعائلی زندگی گزارنے کا ایک لائحۂ عمل اور ضابطۂ حیات عطا کیا ہے۔ اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی احادیث کریمہ میں قانونِ الٰہی اور منشائے الٰہی کی تشریح و توضیح فرمائی ہے، اس طرح ایک کی تفہیم دوسری کی تفہیم پر موقوف ہے، کوئی قرآن کو حدیث کے بغیر اور کوئی حدیث کو قرآن کے بغیر یعنی جداگانہ طور پر نہیں سمجھ سکتا۔ قرآن کے معانی ومطالب کا سمجھنا اور اس کے اسرار وغوامض تک پہنچنا احادیث رسول کے بغیر ناممکن ہے، یہ ہر کس وناکس کی بات نہیں، بلکہ محض توفیق الٰہی سے ہے، ساتھ ہی سیرت رسول، احوال صحابہ، حدیث دانی، تبحر علم اور فکری شعور بھی ضروری ہے۔

قرآن وحدیث اسلامی احکام وقوانین کی اصل اور مراجع ہیں جن میں انسانیت کی دینی ودنیاوی فلاح وبہبود کا راز پوشیدہ ہے۔

قرآن کریم بلا شبہ ایک کتاب ہدایت ہے، یہ لوگوں کے لیے ہدایت وگمراہی کا سامان بھی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے" اسی سے بہت سارے لوگ گمراہ ہوں گے اور اسی سے بہت سارے لوگ ہدایت پائیں گے"۔ (قرآن کریم)

لہٰذا جو قرآن کریم کو احادیث رسول اور آثار صحابہ کی روشنی میں سمجھیں گے، وہ ہدایت پائیں گے اور جو صرف اپنی عقل وفکر سے سمجھیں گے، وہ گمراہ ہوں گے۔

یہی حال عصر حاضر کے کچھ غیر ذمہ دار اہل علم ودانش کا ہے کہ یہ دینی اصول وضوابط اور شرعی آداب وحدود سے بے نیاز ہوکر اپنی قرآن فہمی اور فقہ دانی کا مظاہرہ کررہے ہیں اور آئے دن احکامِ اسلام اور مسائل شریعت میں سے کسی نہ کسی حکم ومسئلہ کو نشانۂ تنقید اور ہدف ملامت بنارہے ہیں اور ذرہ برابر بھر بھی کوئی خوف محسوس نہیں کرتے ہیں، جو انتہائی افسوس کی بات ہے۔

حالیہ دنوں میں تین طلاق کا مسئلہ خواہ ملکی وحکومتی سطح ہو یا پھر ضلعی وریاستی، پورے ملک میں موضوع بحث بنا ہوا ہے اور ایک دینی وشرعی مسئلہ کو سیاسی مسئلہ بنادیا گیا ہے، جن کو فقہ وشریعت کا ادنیٰ بھی علم وفہم نہیں، وہ اس پر رائے زنی اور بیان بازی کرتے نظر آتے ہیں، بعض لوگ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر حکومت وپارٹی کی حمایت اور تین طلاق کے عدم نفاذ کی وکالت میں بے جا اپنی قوت صرف کررہے ہیں جو دراصل سیاسی مقاصد کے پیش نظر ہیں اور اس میں ایک بڑی سوچی سمجھی سازش ہے۔

دنیا کا معمولی حساب داں بھی اس بات کو ہرگز تسلیم نہیں کرے گا کہ تین بولنے یا لکھنے سے ایک ہی سمجھی جائے گی، یہ تو پرائمری کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ تین بولنے سے تین ہی مراد لیا جاتا ہے۔ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ تین طلاق دینے سے تین نہیں ہوتی، بلکہ ایک ہی ہوتی ہے تو وہ یہ ثابت کرے کہ قرآن کریم میں یہ کہاں لکھا ہے کہ تین طلاق دینے سے تین نہیں مانی جائے گی۔ اور یہ حق ہے کہ قرآن وحدیث سے بھی یہ ہرگز ثابت نہیں کرسکتے کہ تین طلاق کو ایک ہی قرار دیا گیا ہو۔ کتب حدیث میں متعدد مقامات میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ تین طلاق دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہے۔ طلاق دینے والا تینوں طلاقیں ایک ساتھ دے یا متفرق طور پر، ایک ہی مجلس میں دے یا الگ الگ

مجلسوں میں بہر صورت تینوں واقع ہوجاتی ہیں۔ جولوگ تین طلاق کوایک ہی مان رہے ہیں، ان سے پوچھا جائے کہ اگرانھیں کوئی تین طمانچہ مارے تووہ انھیں ایک ہی طمانچہ مانیں گے یا تین؟

اسلام میں تعلقات جوڑنے کی ہدایت وتعلیم ہے، توڑنے کی نہیں، اور نکاح تعلق ہی کو جوڑتا ہے اور طلاق اس تعلق کو اگر چہ ختم کردیتی ہے، جو عام ذہن کو بہتر بھی معلوم نہیں ہوتا ہے، لیکن اس پر غور کرنے سے اندازہ ہوگا کہ اس کے پیچھے عائلی نظام کی درستگی، انسانی فطرت کی پاسداری اور کئی بھلائیاں اور مصالح شریعت کار فرماہیں۔

شریعت اسلامیہ میں عمومی طور پر تین طلاق تودور ایک طلاق دینا بھی ناپسندیدہ ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ ابغض الحلال الی اللہ تعالیٰ الطلاق (سنن ابوداؤد) یعنی تمام جائز چیزوں میں سب سے بری چیز اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ: ”اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ چیز پیدا نہ کی،، (سنن دار قطنی)

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ: ”حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے اور اپنے لشکر کو بھیجتا ہے اور سب سے زیادہ مرتبہ والا اس کے نزدیک وہ ہے جس کا فتنہ بڑا ہوتا ہے۔ ان میں ایک آکر کہتا ہے میں نے یہ کیا، ابلیس کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا۔ دوسرا آتا ہے اور کہتا ہے میں نے مرد اور عورت میں جدائی ڈال دی۔ اسے قریب کرلیتا ہے اور کہتا ہے، ہاں تو ہے۔ (بہار شریعت ہشتم، ص:۱۰۸)

بیوی اور شوہر کے درمیان تعلقات و روابط اگر ناخوشگوار ہو جائیں تو حکم ہے کہ طلاق نہ دیں بلکہ شوہر پہلے اپنا بستر بیوی سے الگ کر لے، ایک ساتھ نہ سوئیں، اگر اس سے تعلقات خوشگوار نہ ہوں تو بطور تادیب ہلکی پھلکی پٹائی کرے، یہ بھی کار آمد ثابت نہ ہو، تو بیوی کے گھر والوں کو بلائیں اور وہ سمجھائیں۔

سورۂ نساء (آیت: ۳۵،۳۴) میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اصلاح حیات کا طریقہ ارشاد فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

” جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ (اگر سمجھ جائے تو بہتر ہے) اور (اگر نہ سمجھے تو) ان سے الگ سوؤ (یعنی سونے کا اپنا بستر الگ کرلو تم الگ سوؤ اور وہ بھی الگ سوئے) اور (اور اگر اس سے بھی بیوی فرماں بردار نہیں ہوتی ہے تو) انہیں مارو (مگر ہلکی پھلکی) پھر اگر وہ تمھارے حکم میں آجائیں (اطاعت کرنے لگیں،) تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو، (ان کو طلاق دے کر الگ مت کرو کیوں کہ بلاوجہ طلاق دے کر الگ کرنا ظلم ہے) بے شک اللہ بلند بڑا ہے۔ اگر تم کو میاں بی بی کے جھگڑے کا خوف ہو (اور صلح کا مذکورہ طریقہ کارآمد نہ ہو) تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دیگا بے شک اللہ جاننے والا خبر دار ہے۔ (کنزالایمان، ص:۱۵۰/۱۵۱)

اگر اصلاح کے تمام طریقے ناکام ہوجائیں اور نظام حیات عذاب جاں بن جائے، زوجین کا ایک ساتھ زندگی گذارنا مشکل سے مشکل ترین ہوجائے تو اب اجازت ہے کہ شوہر طلاق دے تاکہ زوجین آزاد ہوکر اپنی مرضی اور خوشی کے مطابق زندگی گزار سکے مگر اب بھی ایک ساتھ تینوں طلاقیں دینا منع ہے۔ بلکہ حکم ہے کہ پہلے ایک طلاق رجعی یا دو طلاق رجعی دے یہ دونوں طلاق دینے کے بعد اگر حالات بہتر ہوں تو نکاح میں لوٹالیں ورنہ پھر آزاد چھوڑ دیں قرآن کریم میں ہے:

الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف او تسريح باحسان۔

(البقرہ ۲۲۹)

ترجمہ: ”طلاق (جس کے بعد رجعت ہو سکے) دوبار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا،،

اسلامی ہدایات میں طریقۂ طلاق یہ ہے کہ طہر (پاکی) کے زمانے میں ہمبستری سے پہلے ایک طلاق دے پھر ایک ماہ انتظار کرے اگر ازدواجی زندگی میں بہتر آئے اور دونوں ایک ساتھ رہنے پر راضی ہو جائیں تو ایک طلاق کے بعد شوہر بیوی کو نکاح میں واپس کرلے۔

اور اگر ایک ماہ میں بھی تعلقات خوشگوار نہ ہوں، دونوں ایک دوسرے کے لیے اب بھی سخت رویہ رکھتے ہوں تو پھر دوسرے طہر میں ہمبستری سے پہلے دوسری طلاق دے، پھر انتظار کرے، اگر حالات بہتر ہوجائیں اور ایک ساتھ زندگی گذر بسر کی صورت نکل آئے تو دو طلاق کے بعد بھی اجازت ہے کہ بیوی کو نکاح میں لوٹالے۔

اور اگر تیسرے طہر میں تقریباً ساٹھ دنوں کے بعد اور دو طلاق دینے کے بعد بھی حالات بہتر نہ ہوں تو اب تیسرے طہر میں تیسری طلاق دیدے۔ اسے قرآن کریم نے اوتسریح باحسان کہا ہے۔

طلاق کے مذکورہ طریقوں کے برخلاف اگر کسی شخص نے تینوں طلاقیں ایک ساتھ دیدیں تو تینوں واقع ہوجائیں گی۔ ایک مجلس میں تین طلاق کے تین واقع ہونے پر صرف جمہور صحابہ وتابعین وائمہ کرام کا

اجماع ہی نہیں بلکہ اس پر قرآن کریم اور حدیث رسول بھی شاہد ہیں۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے "طلاق (رجعی) دوبار تک ہے، پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی (اچھے سلوک) کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔
(البقرۃ: ۲۲۹/کنزالایمان)

پھر فرماتا ہے "پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں اگر سمجھتے ہوں کہ اللہ عزوجل کے حدیں نباہیں گے، اور یہ اللہ عزوجل کی حدیں ہیں جنھیں بیان کرتا ہے دانش مندوں کے لیے،،۔(البقرۃ :۲۳۰/کنزالایمان)

بے شمار احادیث مبارکہ سے بھی یہ ثابت ہے کہ تین طلاقیں تین ہی قرار پائیں گی۔ چناں چہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ 'صحیح بخاری' میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ " ایک مرد نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دیں تو اس نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا تو اس نے بھی طلاق دے دی۔ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا یہ پہلے شخص کے لیے حلال ہے؟ سرکار علیہ السلام نے فرمایا نہیں، جب تک کہ دوسرا خاوند پہلے خاوند کی طرح اس کی مٹھاس نہ چکھ لے۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث، ۵۲۶۱)

بخاری شریف کی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رفاعۃ القرظی کی بیوی رسول ﷺ کے پاس آئی اور عرض کی کہ میں رفاعہ کے عقد نکاح میں تھی، اس نے مجھے طلاق دے دی ہے (یعنی تین طلاق دے دیں) پھر مجھ سے عبد الرحمٰن بن زبیر نے نکاح کیا، اس کے پاس کپڑے کے پلو کی طرح ہے (یعنی وہ نامرد ہے)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تو رفاعہ کے پاس لوٹنا چاہتی ہے (ایسا نہیں ہوگا) حتی کہ تو اس کا مزہ چکھ لے اور وہ تیرا مزہ چکھ لے۔" (بخاری، رقم الحدیث، ۵۲۶۰)

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ: حفص بن مغیرہ نے اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو زمانۂ رسالت میں ایک موقع پر تین طلاقیں دیدیں۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کی بیوی کو ان سے جدا کر دیا۔ چنانچہ عامر شعبی سے روایت ہے انہوں نے کہا، میں نے فاطمہ بنت قیس سے کہا کہ آپ مجھے اپنی طلاق کا واقعہ بتائیں انہوں نے بتلایا کہ میرے شوہر نے یمن جاتے وقت مجھے تین طلاقیں دے دیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو جائز رکھا۔ (ابن ماجہ باب من طلق ثلاثا فی مجلس واحد ص ۳۶۴)

فقہ حنفی کی عظیم اسلامی انسائیکلوپیڈیا فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ آزاد عورت کو تین طلاق اور باندی کو دو طلاق دے دی گئی تو وہ عورت مرد کے لیے اس وقت تک حلال نہیں جب تک کہ دوسرا شوہر اس سے نکاح نہ کر لے، پھر اس کے ساتھ دخول کرے پھر وہ شوہر اس عورت کو طلاق دے یا اس کا شوہر مر جائے۔ ایسا ہی ہدایہ میں ہے۔ (کتاب الطلاق)

امام نووی شافعی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں کہ:" جو شخص اپنی بیوی سے کہے کہ تم کو تین طلاق ہیں ، تو امام شافعی، امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام احمد اور جمہور علماے سلف و خلف فرماتے ہیں کہ تین طلاق ہی واقع ہوں گی۔

جو حضرات تین طلاق کو تین نہ ماننے کی وکالت صرف اس بنیاد پر کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے ایک ساتھ تین طلاق دینے کو بدعت و گناہ قرار دیا ہے اور جو چیز بدعت و گناہ ہو، اس کو موجود کیسے مانا جاسکتا ہے تو اس طرح کے نظریے رکھنے والوں سے چند سوالات ہیں:

(۱) حالت حیض میں بیوی سے ہم بستری کرنا حرام و گناہ ہے مگر کوئی کر لے اور اس سے حمل ٹھہر جائے تو اب اس سے جو بچہ پیدا ہوگا حلالی ہوگا یا حرامی؟ جبکہ وہ نطفہ ایسے وقت میں ٹھہرا ہے جب بیوی سے ہم بستری کرنا حرام تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ حرامی کہنے کی کوئی جرأت نہیں کر سکتا ہے۔

(۲) غصب کیے ہوئے چاقو سے جانور ذبح کرنا حرام ہے مگر کسی نے ذبح کر لیا تو اب اس جانور کا کھانا حلال ہوگا یا حرام؟ یقیناً وہ حلال ہی ہوگا جبکہ حرام طریقہ سے ذبح کیا گیا ہے۔

(۳) کسی کا مملوک پانی بلا اجازت لینا یا چوری کرنا حرام ہے مگر کسی نے چوری کر لیا اور اس پانی سے پاکی حاصل کی تو وہ پاک ہوگا یا ناپاک ہی رہے گا؟

(۴) سال میں پانچ دن روزہ رکھنا حرام ہے مگر کسی نے ان دنوں میں روزہ رکھ لیا تو اس کا روزہ صحیح ہوگا یا نہیں؟

فقہ سے ادنیٰ معرفت و واقفیت رکھنے والا طالب علم بھی یہی کہے گا کہ وہ پاک ہوگا اور روزہ بھی ہو جائے گا جبکہ حلال طریقہ سے پاکی حاصل کی گئی اور ممنوع دنوں میں روزہ رکھا گیا ہے۔ اسی طرح بے شمار مسائل ہیں جن میں فعل حرام کے اثرات مرتب ہونے کے باوجود پھر بھی شرع نے اسے صحیح و ثابت مانا ہے۔ تو پھر کیا بات ہے کہ تین طلاق کو تین صرف اس لیے نہ مانیں کہ تین طلاق دینا حرام ہے۔ ☆☆☆

شیخ الاسلام سید مدنی اختر کچھوچھوی کی نعتیہ شاعری

مولانا ثناء اللہ اطہر مصباحی

ایک بلند قامت فقیہ، بے مثال خطیب، بے بدل متکلّم، کامل مرشد، عظیم داعی اور ممتاز مصنف کی حیثیت سے شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی اختر اشرفی کچھوچھوی مد ظلہ العالی کی قد آور شخصیت ارباب فکر و محبت میں محتاج تعارف نہیں۔ گوناگوں علمی، دینی، دعوتی اور تبلیغی خدمات کے علاوہ چند سال پیش تر تفسیر قرآن کے حوالے سے آپ کا شاہکار تحقیقی کارنامہ بنام "سید التفاسیر" کی تصنیف عمل میں آئی، جس نے اہلِ سنت کے ہر حلقے میں خراج تحسین حاصل کی۔ بلا شبہہ یہ آپ کا ایسا شان دار کارنامہ ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اس وقت مجھے یہ ضبطِ تحریر کرتے ہوئے نہایت مسرت محسوس ہو رہی ہے کہ مذکورہ بالا سارے اوصاف و خصائص سے متّصف ہونے کے علاوہ آپ ایک قادر الکلام شاعر بھی ہیں۔ شاعری میں آپ نے اپنا تخلص اختر پسند فرمایا ہے۔ آپ کی مذہبی شاعری کا مجموعہ "بارانِ رحمت" کے نام سے شائع ہوکر صاحبانِ فکر و بصیرت کی نگاہوں کی زینت بن چکا ہے۔ یہ مجموعہ حمد و نعت و منقبت کا حسین گلدستہ ہے، چوں کہ اس وقت میرے مقالے کا عنوان آپ کی نعتیہ شاعری ہے، اس لیے آئندہ سطور میں میری گفتگو اسی حوالے سے ہوگی۔

بارگاہِ نبوت میں اشعار کی شکل میں عقیدتوں کا خراج پیش کرنا شعرائے باوفا کا محبوب مشغلہ رہا ہے، انھوں نے اپنی نعتیہ شاعری میں اپنے محبوب مکرم کی تعریف و توصیف اور مدحت و ثنا کے ایسے ایسے پھول کھلائے ہیں جن کی خوشبوؤں سے سرمستانِ عشق کے مشامِ جاں و ایماں معطر ہو اٹھتے ہیں۔ حضرت سید محمد مدنی اختر کچھوچھوی کی نعتیہ شاعری کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوکر سامنے آجاتی ہے کہ آپ کو اپنے ممدوح مکرم ﷺ سے غیر معمولی الفت و محبت ہے، جس کے نتیجے میں ہی عشقِ نبوت کے کوثر و تسنیم میں بھیگے ہوئے یہ اشعار معرضِ اظہار میں آگئے ہیں، ملاحظہ ہوں۔

جبینِ حضرتِ جبریل پر کفِ پا ہے
ہے ابتدا کا یہ عالم تو انتہا کیا ہے

غمِ فراقِ نبی میں جو آنکھ سے نکلے
خدا ہی جانے ان اشکوں کا مرتبہ کیا ہے

ان کے در پر گرو فورِ شوق میں سر رکھ دیا
ایک سجدے میں ادا ساری قضا ہو جائے گی

خواہشِ جلوۂ سینا بھی بجا ہے لیکن
طور بھی رشک کرے جس پہ وہ جلوہ دیکھو

ان کے ہوتے ہوئے ظلمت کا تصور کیسا
قبر میں میری اجالا ہی اجالا ہوگا

ورنہ کہاں سے آتا یہ حسن کہکشاں میں
دل میرا کہہ رہا ہے، یہ ان کی رہ گزر ہے

انسانی طبیعت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ غم و اندوہ کی تاریکیوں سے نکل کر فرحت و بشاشت کے اجالوں میں زندگی گزارنا چاہتی ہے مگر ایک عاشق کو کیا کیا جائے کہ وہ اپنے محبوب کے ہجر و فراق کے غم میں ہی لطف و لذت کی چاشنی محسوس کرتا ہے۔ وہ اس غم کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے، اپنے رب سے یادِ محبوب میں پرنم پلکیں مانگتا ہے اس لیے کہ وہ اس میں تسکین دردِ جگر محسوس کرتا ہے اور اس میں ترقیِ منزل کا راز مضمر جانتا ہے۔ حضرت علامہ مدنی اختر کچھوچھوی کی شاعری میں درد و کرب اور فراقِ محبوب کا غم نہایت ہی قریب سے دیکھنے کو ملتا ہے، ایسا لگتا ہے کہ وہ اپنے ممدوحِ مکرم کے غمِ ہجر کے سمندر میں ڈوبے ہوئے یہ اشعار پڑھتے جا رہے ہیں۔

اے غمِ ہجرِ احمد ترا شکریہ
وجہِ تسکینِ دردِ جگر ہو گیا

اے غمِ ہجرِ نبی صد بار تیرا شکریہ
دل مرا کعبے کا بھی کعبہ نظر آنے لگا

ان کے غم سے مری آنکھوں کو ملا اوجِ فلک
نوکِ غمزہ پہ چمکتا ہے ستارہ دیکھو

اردو شاعروں نے اپنی نعتیہ شاعری میں حسن و دلکشی پیدا کرنے کے لیے تشبیہ و استعارہ کا استعمال ناگزیر تصور کیا ہے، بلکہ جہاں

جہاں انھیں موقع میسر آیا ہے، انھوں نے دلکش وخوب صورت تشبیہ و استعارہ کا استعمال کر کے اشعار کے حسن و خوب صورتی میں چار چاند لگا دیے ہیں۔ اس پس منظر میں جب ہم علامہ مدنی اختر کچھوچھوی کی شاعری پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ حقیقت واشگاف ہو جاتی ہے کہ انھوں نے مذکورہ امر کی بجا آوری کی، خوب صورت پہلو میں اپنے اشعار کو دل کش و دل نشیں بنانے کی سعیِ بلیغ کی ہے۔ اس مناسبت سے اس مقام پر دو اشعار پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، ملاحظہ ہوں۔

اللہ اللہ رفعتِ اشکِ غمِ ہجرِ نبی
جوں ہی ٹپکا آنکھ سے تسبیح کا دانہ بنا
گردِ مہتاب جیسے ہوں تارے
یوں صحابہ نبی کو ہیں گھیرے

وہ اشک جو غمِ ہجرِ نبی میں آنکھوں سے ٹپکا ہے اس کی مثال تسبیح کے دانے سے دینا یہ تشبیہ کتنی انوکھی اور بلیغ ہے، آنسو کو تسبیح کا دانہ بنا دینے کا یہ پاکیزہ خیال کس قدر جدت اور انفرادیت اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے اور ساتھ ہی اسمِ جلالت کی تکرار نے سامع کے دل میں کس قدر سوز و گداز کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ دوسرے شعر میں صحابہ کی انجمن میں نبیِ مکرم ﷺ کے جلوہ افروز ہونے کو چاند کا ستاروں کے ہجوم میں موجود ہونے سے جو تشبیہ دی گئی ہے وہ کانوں کو نہایت ہی عمدہ اور بھلی معلوم ہوتی ہے۔ یقیناً یہ اشعار شاعر کے قادر الکلام ہونے کی غمازی کر رہے ہیں۔

اب میں چند ایسے اشعار پیش کرنا چاہتا ہوں جس میں شاعر موصوف نے فکری و فنی محاسن کو بروئے کار لا کر اشعار کو قابلِ قدر اور لائقِ رشک بنا دیا ہے۔ ملاحظہ ہوں۔

جو کھو گئے ہیں عارض و گیسوئے یار میں
فرصت کہاں کہ پیچھے لگیں صبح و شام کے
سورج بھی آ گیا ہے دینے خراجِ تحسیں
کس کی ضیا سے روشن گہوارۂ سحر ہے
ہماری سمجھ میں یہ اب تک نہ آیا
یہ شب ہے کہ ہے عکسِ گیسوئے عالی
حسنِ خورشید نہ مہتاب کا جلوہ دیکھو
آؤ احمد کے کفِ پا کا تماشا دیکھو
چہرۂ ماہ کو بے داغ تو ہو لینے دو
اس میں پھر جا کے کہیں عکسِ کفِ پا دیکھو

دھو کے اپنے نطق کو مدحِ نبی کے آب سے
اپنی ہر ہر بات اے اختر حکیمانہ بنا
گل میں ان کی مہک، چاند میں روشنی
کملی والے نے کس کو سنوارا نہیں
چھوٹتے ہی ان کے ہونٹوں پہ تبسم کی کرن
غیرتِ خورشید ہر ذرہ نظر آنے لگا

حضرت سید مدنی اختر کچھوچھوی کے یہاں ایک اہم بات یہ بھی دیکھنے کو ملتی ہے کہ آپ نے اپنی نعتیہ شاعری میں چھوٹی چھوٹی بحروں میں اشعار کو نہایت ہی خوب صورت انداز میں باندھ دیا ہے اور ان میں عام بول چال کی زبان کے استعمال نے عجب کیف کا سماں باندھ دیا ہے۔ ایسا لگ رہا ہے کہ وہ اپنے محبوب سے چپکے چپکے سرگوشی کر رہے ہیں، گریہ و زاری کر رہے ہیں، فریاد کر رہے ہیں، مدد طلب کر رہے ہیں۔ اس ضمن میں ان کی وہ نعت زیبِ قرطاس کرنا چاہتا ہوں جس کی ردیف ''آئیے'' ہے۔ جی تو چاہتا ہے پوری نعت قلم بند کر دوں لیکن طوالت کے خوف سے صرف پانچ اشعار پر اکتفا کرتا ہوں۔ دیکھیے ایک ایک شعر کس قدر انتخاب کے درجے میں اتر گیا ہے۔

اے حبیبِ خدا آئیے — زینتِ دوسرا آئیے
رحمتِ کبریا آئیے — رو رہی ہے مری زندگی
اے مرے ناخدا آئیے — ڈوب جائے نہ کشتی کہیں
دافعِ ہر بلا آئیے — ہوں گرفتارِ درد و الم
کیا کہے اخترِ مضمحل
ہے یہی التجا آئیے

اردو کی نعتیہ شاعری میں مدینہ رسول اور باغِ فردوس کا موازنہ اور مقابلہ کثرت سے دیکھنے کو ملتا ہے، اس مقابلے میں شاعر یہ فکر عام کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ شہرِ محبوب جنت الفردوس سے افضل و اعلیٰ ہے۔ شہرِ محبوب کے خار بھی فردوس بریں کے پھولوں سے پر کشش و خوب صورت معلوم ہوتے ہیں اس لیے مدینے کے خار دیکھنے کے بعد جنت کے پھولوں کو دیکھنے کی خواہش نہاں خانۂ دل میں پنہاں نہیں رہتی۔ اس مفہوم کو شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مصطفیٰ رضا خاں بریلوی نے بڑے حسین و دل کش پیرایے میں باندھنے کی کوشش کی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

نظر میں کیسے سمائیں گے پھول جنت کے
کہ پھر رہے ہیں مدینے کے خار آنکھوں میں

علامہ مدنی اختؔر کچھوچھوی نے بھی باغ جنت اور شہر محبوب کا ذکر کر کے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ مدینۂ رسول کی زیارت کے بعد جنت کی دید خار صفت ہوجائے گی اور گلشنِ مدینہ دیکھ لینے کے بعد خلد کی ساری رنگینیاں ہیچ ہوجائیں گی، بلکہ ممدوحِ مکرم ﷺ کو پالینے کے بعد ایک عاشق کو خلد کی حاجت بھی نہیں رہ جائے گی۔ دیکھیے شاعر موصوف نے کتنے خوب صورت انداز میں مذکورہ امور کی ترجمانی کی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

زاہدو! خار صفت خلد بھی ہو جائے گی
کاش تم کوچۂ شاہنشہِ بطحا دیکھو
خلد کی ساری رنگینیاں ہیچ ہیں
گلشنِ یار پیشِ نظر ہو گیا
کیا کروں گا میں رضواں تری خلد کو
آمنہ کے دلارے کا گھر چاہیے

جماعتِ اہلِ سنت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن شافع محشر نبیِ مکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی امت کی سفارش فرمائیں گے اور آپ کی شفاعت سے بے حساب لوگ فردوس اعلیٰ میں داخل ہوں گے۔ چوں کہ مذکورہ امور نصِ قطعی سے ثابت ہیں، اس لیے خوش عقیدہ مسلمان اللہ کی بارگاہ میں آپ کی شفاعت کو یقینی جانتے اور مانتے ہیں، اردو کے خوش عقیدہ شاعروں نے اپنی نعتیہ شاعری میں اس مفہوم کو باندھ کر قیامت میں شفیعِ محشر کی چادر شفاعت سے لپٹنے کی سعادت سے سرفراز ہونے کی تمنا کی ہے۔ اس مقام پر اردو نعتیہ شاعری کے امام حضرت رضا بریلوی کا مشہور زمانہ شعر پیش کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ ملاحظہ ہو۔

پیشِ حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے

اردو کے دیگر شعرا کی طرح حضرت سید مدنی اختؔر کچھوچھوی نے بھی شفاعت کے مفہوم کو بڑے دلکش پیرائے میں باندھنے کی کوشش کی ہے۔ ان کا یہ عقیدہ کتنا خوب صورت ہے کہ وہ بخشش کی ضمانت اپنے اعمال کو نہیں بلکہ شفیعِ محشر ﷺ کی شفاعت کو قرار دیتے ہیں۔ محشر کی ہولناکی سے وہ خوف زدہ نہیں ہوتے، کیوں کہ وہاں ممدوحِ مکرم جلوہ افروز ہوں گے اور وہ اپنے وفاداروں کے حق میں اچھا ہی کریں گے، پیاس کی شدت سے وہ ہراساں نہیں ہیں، اس لیے کہ ساقیِ کوثر جامِ کوثر سے سرفراز فرمائیں گے اور وہ کیسا منظر ہوگا جب عاصیِ امت اپنے آقا کے دامن عظمت سے لپٹ پڑیں گے، پھر تو بارانِ رحمت کے نزولِ اجلال سے ان کے وجود شرابور ہوجائیں گے۔ اپنے افکار واعتقاد کی ترجمانی میں آپ کے خامۂ زر نگار سے جو اشعار نکل پڑے ہیں وہ اربابِ عشق ومحبت کی تسکین قلب و نظر کے لیے حاضر ہیں:

فقط تمھاری شفاعت کا آسرا ہے حضور
ہمارے پاس گناہوں کے ماسوا کیا ہے
مرے اعمال کس لائق ہیں، بس اک آسرا ہے یہ
بڑے ہی بخشنے والے سے ہے وابستگی اپنی
کس لیے فکر کریں حشر کے دن کیا ہوگا
سامنے ان کے جو کچھ ہوگا وہ اچھا ہوگا
قسم ہے مالکِ یومِ قیامت کی، قیامت میں
مرادیں اپنے دل کی ساقیِ کوثر سے پائیں گے
لپک کر رحمتیں آغوش میں لے لیں گی محشر میں
مچل کر جب لپٹ جائے گا عاصی ان کے دامن سے

اب اخیر میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ سید اختؔر کچھوچھوی کی شاعری کا ایک کمال یہ بھی ہے کہ آپ نے موقع بہ موقع گستاخان پیمبر کی خبر لینے کی شعوری کوشش بھی کی ہے، جو کسی طرح اربابِ بصیرت کے لیے دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ ان اشعار میں شاتمانِ رسولِ اکرم کے لیے چوٹ بھی ہے اور طنز بھی، عبرت بھی ہے اور نصیحت بھی، درس بھی ہے سبق بھی۔ اے کاش وہ بھی کچھ سمجھنے کی کوشش کرتے۔ اس قبیل کا ہر شعر منتخب کیے جانے کے لائق ہے، صرف تین اشعار نقل کیے جانے پر اکتفا کیا جاتا ہے، ملاحظہ ہوں۔

بخاری پڑھ کے بھی شانِ محمدِ عربی
سمجھ نہ پائے اگر تم تو پھر پڑھا کیا ہے
نام پر توحید کے انکارِ تعظیمِ رسول
کیا غضب ہے کفر کو کہتے ہیں جاہل احتیاط
یقین والے کہاں سے چلے کہاں پہنچے
جو اہلِ شک ہیں اگر میں مگر میں رہتے ہیں

مختصر یہ کہ آپ کی نعتیہ شاعری میں فکری بہاؤ ہے اور بوقلمونی بھی، ندرت ہے اور تازگی بھی، دلکشی ہے اور دل نشینی بھی، بلاغت ہے اور چاشنی بھی، عشق ہے اور شیرینی بھی، اردو کی مذہبی شاعری کے باب میں اسے ایک گراں قدر اضافہ سمجھنا چاہیے۔ ☆☆

نقدونظر

نام کتاب	:	التصوف یکافح الإرھاب و یتحدی التطرف الفکری
مؤلف	:	مفتی محمد رضا قادری مصباحی
طباعت	:	۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء
صفحات	:	۲۴ قیمت : درج نہیں
ناشر	:	مکتبہ قادریہ، جنک پور، نیپال
مبصر	:	محمد طفیل احمد مصباحی

دہشت گردی، عصرِ حاضر کا ایک سلگتا ہوا موضوع ہے، جس نے ملکی اور عالمی سطح پر لوگوں کو ایک عجیب اضطرابی کیفیت میں مبتلا کر رکھا ہے اور عالمی رہ نماؤں کی نیندیں حرام کر دی ہیں۔ انسدادِ جرائم اور دہشت گردی کے خاتمے کے لیے تحریر و تقریر کا سلسلہ برسوں سے جاری ہے، مگر دہشت گردی کا مہیب سایہ دن بہ دن دراز ہوتا جا رہا ہے۔ کسی بھی برائی کو ختم کرنے کے لیے پہلے اس کے اسباب پر قدغن لگانا ضروری ہے۔ اسباب کے ہوتے ہوئے کسی قسم کی برائی یا دہشت گردی کے خاتمے کا خواب دیکھنا عبث اور فضول ہے۔

آج بد قسمتی سے دہشت گردی کے خاتمے کی بات وہ لوگ کر رہے ہیں جو نظریاتی اور عملی اعتبار سے خود بڑے دہشت گرد یا دہشت گردوں کی پشت پناہی کرنے والے ثابت ہوئے ہیں۔

آج دہشت گردی کی آگ میں پوری دنیاے انسانیت جھلس رہی ہے ۔ دنیا کو آج امن و شانتی، چین و سکون اور رحمت و رافت کی ٹھنڈی چھاؤں کی ضرورت ہے اور یہ ٹھنڈی چھاؤں فراہم کرنے والا مسیحا کوئی اور نہیں بلکہ مذہب اسلام ہے اور زخمِ انسانیت پر مرہم رکھنے والی غیر مرئی قوت کا نام ''تصوف'' ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''التصوف یکافح الإرھاب'' میں فاضل مؤلف مفتی محمد رضا قادری دام ظلہ استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے دہشت گردی کے مضر اثرات اور اس کے اسباب و تدارک پر بڑے نفیس پیرائے میں روشنی ڈالی ہے اور ''تصوف'' کو دہشت گردی جیسے متعدّی مرض کا علاج قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ تصوف، عالمی دہشت گردی کے انسداد کا واحد راستہ ہے۔ تصوف، افراط و تفریط کے مابین ایک معتدل اور پر امن نظامِ حیات ہے۔ تصوف کے متعیّن کردہ خطوط پر چل کر پوری دنیا دہشت گردی کی لعنت اور عذاب سے بچ سکتی ہے۔

۲۴/ صفحات پر مشتمل اس کتابچہ میں ۸/ ذیلی عنوانات کے تحت گفتگو کی گئی ہے، مثلاً:

(۱) تصوف، عالمی دہشت گردی کے خاتمے کا واحد راستہ۔

(۲) اسلامی دعوت و تبلیغ کو روکنے کے لیے یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کی کوششیں۔

(۳) عالمِ عرب کے قلب میں قیامِ اسرائیل متعلق صیہونی کاوش۔

(۴) امن و سلامتی کے قیام اور دہشت گردی کے اسباب و محرکات پر قدغن لگانے سے متعلق تصوف اور صوفیہ کرام کا نمایاں کردار۔

(۵) اصلاحِ معاشرہ اور تزکیۂ باطن میں صوفیہ کی خدمات۔

(۶) خانقاہوں کی تجدید کاری اور صحیح نہج پر خانقاہی نظام کی اصلاح۔

معاشرے کی اصلاح اور انسانی خدمت کے حوالے سے تصوف اور صوفیہ کرام نے ہر دور میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ خانقاہیں خدمتِ خلق اور انسانی صلاح و فلاح کا ایک اٹوٹ رکن تصور کی جاتی تھیں، جہاں سے وسیع پیمانے پر دعوت و تبلیغ اور انسانی خدمت کا فریضہ انجام دیا جاتا تھا۔ تزکیۂ نفس اور اصلاحِ باطن کا فکری و عملی درس لوگوں کو دیا جاتا تھا۔ مگر گذشتہ چند دہائیوں سے خانقاہیں اپنے فرائضِ منصبی کو فراموش کر کے حصولِ زر اور محض پیری مریدی تک محدود ہو گئی ہیں، جس سے تصوف کا اصل چہرہ مسخ ہو کر رہ گیا ہے اور تصوف کے تعلق سے بدگمانیاں اور غلط فہمیاں عام ہو گئی ہیں، مؤلف نے خانقاہوں کی تجدید کاری اور صحیح نہج پر خانقاہی نظام کی اصلاح پر بڑی مخلصانہ گفتگو فرمائی ہے۔

مولفِ کتاب مفتی محمد رضا قادری دام ظلہ عالم و فاضل، حافظ و قاری ہونے کے علاوہ تصنیف و تالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے ہیں۔ اس وقت نیپال میں اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ پر مشتمل ایک گراں قدر علمی اور تحقیقی کتاب لکھنے میں مصروف ہیں جو عن قریب شائع ہونے والی ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب عربی میں لکھی گئی ہے۔ اگر اردو اور ہندی میں اس کا ترجمہ کر دیا جاتا تو اس کی اہمیت و افادیت مزید بڑھ جائے گی۔ تاہم یہ ایک گراں قدر اور بیش بہا تصنیفی خدمت ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اسے شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور مولف کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین۔

نام کتاب	:	زبدة الفکر فی مسائل نزهة النظر
ترجمہ و تلخیص	:	محمد فیضان سرور مصباحی
طباعت	:	محرم الحرام ۱۴۳۸ھ/اکتوبر ۲۰۱۶ء
صفحات	:	۱۵۸
ناشر	:	تحریک اصلاح ملت، مظفرپور، بہار
مبصر	:	محمد طفیل احمد مصباحی

امام المحدثین حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی علیہ الرحمہ کی اصولِ حدیث کے مبادی و مسائل پر مشتمل بلند پایہ کتاب ”نزہۃ النظر فی شرح نخبۃ الفکر“ برسوں سے مدارسِ اسلامیہ میں پڑھائی جاتی ہے اور درسِ نظامی میں داخلِ نصاب ہے۔ یہ کتاب ”مقدمہ ابنِ صلاح“ کی تلخیص ”نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر“ کی نہایت مقبول اور عمدہ ترین شرح ہے، لیکن شرح ہونے کے باوجود اس کی حیثیت متن کی ہے۔

کتاب جتنی اہم اور مفید ہے، اتنی ہی مشکل اور دشوار بھی ہے۔ شروح و حواشی اور تراجم کو سامنے رکھے بغیر کتاب کے مشکل مقامات اور اس کے ادق مسائل و مباحث کو کماحقہ سمجھنا خاصا دشوار ہے۔ حلِ لغات اور توضیحِ مطالب کے پیشِ نظر اس کی متعدد شرحیں عربی اور اردو زبان میں لکھی جا چکی ہیں۔ حضرت ملا علی قاری حنفی کی ”شرح شرح نخبۃ الفکر“ اور شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی کی ”شرح نزہۃ النظر“ اس متن کی کامیاب ترین شرح ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب ”زبدۃ الفکر فی مسائل نزہۃ النظر“ ایک توضیحی اور مفہومی ترجمہ ہے، جس میں ”نزہۃ النظر“ کے جملہ مسائل و مباحث نہایت آسان اور سلیس انداز میں پیش کرنے کی سعی مشکور کی گئی ہے۔ موضوع اور مقصد سے متعلق جابجا ایسے حواشی بھی تحریر کیے گئے ہیں جو معانی و مطالب کی تفہیم میں معاون بن سکیں۔

بقول مترجم: یہ کتاب ”نزہۃ النظر“ کا مفہومی ترجمہ ہے، جس کے ذریعہ اصولِ حدیث کے طالبین تک ”نزہۃ النظر“ کے تمام مسائل و مباحث سلیس تحریر، شستہ تعبیر، دلکش اندازِ بیان اور عام فہم انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے... حسنِ بیان اور خوبیِ ترتیب کا اس قدر لحاظ رکھا گیا ہے کہ قاری کو ترجمہ کے روکھے پن کا احساس نہ ہو، بلکہ ایک مستقل کتاب کا مزہ ملے اور زبان کی چاشنی اسے از اول تا آخر اپنے حصار میں لیے رہے۔ اب راقم اپنی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہو سکا ہے، اس کا فیصلہ قارئین کے حوالے ہے۔ (ابتدائیہ زبدۃ الفکر، ص:۷)

مطالعہ کے بعد مترجم کے دعویٰ کی صداقت اور کتاب کی اہمیت و افادیت کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے۔

مترجم نے بڑی محنت اور کمالِ عرق ریزی سے شائقانِ فن کے لیے یہ علمی دسترخوان سجایا ہے اور طالبانِ علوم نبویہ کی علمی تشنگی دور کرنے کا سامان مہیا کیا ہے۔

مترجم کتاب عزیز القدر مولانا محمد فیضان سرور مصباحی زید علمہ و فضلہ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے ایک محنتی، ہونہار اور ذہین طالب علم ہیں۔ زمانۂ طالب علمی میں اس قسم کے خالص علمی و تحقیقی کام انجام دے کر اپنے روشن مستقبل کا انھوں نے ثبوت دیا ہے۔ قرطاس و قلم کا بھی عمدہ ذوق رکھتے ہیں۔ مختلف رسائل و جرائد میں ان کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔

سال گذشتہ محبِ گرامی مولانا محمد ابو ہریرہ رضوی مصباحی کی ادارت میں شائع ہونے والا ”باغ فردوس“ کا وقیع سالنامہ ”مجدد دینِ اسلام نمبر“ میں ۳۰ صفحات پر مشتمل ایک مبسوط اور گراں قدر علمی و تحقیقی مقالہ ”حدیث مجدد: ایک تجزیاتی مطالعہ“ لکھ کر عزیزم فیضان سرور سلمہٗ نے اپنی علمی اور قلمی سروری کا ثبوت دیا ہے۔

راقم الحروف یہ مقالہ پڑھ کر بہت متاثر ہوا تھا اور انھیں مبارک باد بھی پیش کیا تھا۔ ایک ترجمہ اور تلخیص کے لیے جن ضروری باتوں کا پایا جانا ضروری ہے، مترجم نے ان کا بھرپور خیال رکھا ہے اور اپنے فرائض منصبی سے بہت حد تک عہدہ بر آ ہونے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ بعض اوقات ”ترجمہ“ عجلت یا پھر غفلت کے نتیجے میں ترجمہ کے بجائے ”رجم“ بن جاتا ہے اور کتاب کا اصل مفہوم کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے اور مصنف کے منشا کے خلاف بات ترجمے میں لکھ دی جاتی ہے۔

مختلف مقامات کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کرنے کے بعد اندازہ ہوا کہ مترجم نے بڑی محنت و مشقت کا ثبوت دیا ہے اور حتی الامکان کتاب کے معانی و مفاہیم اپنے ترجمہ میں اتارنے کی کوشش کی ہے۔ موضوع سے متعلق قیمتی حواشی نے سونے پر سہاگا کا کام کیا ہے۔ ترجمہ و تلخیص کے ساتھ مفید اور بیش قیمت حواشی دیکھ کر بھی مترجم کی دقتِ نظر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ مترجم بلند اقبال کے علم و عمل اور عمر میں برکتیں عطا فرمائے اور مزید خدمات دینی کی توفیق بخشے۔ آمین۔

نعتیں

(۱)

دل میں عشقِ رسولِ خدا ہے تو ہے | سر پہ سرکار کا نقشِ پا ہے تو ہے
ہم گنہگار ہو کے بھی رہتے ہیں خوش | ان کا ہر پل ہمیں آسرا ہے تو ہے
مال و زر سے مقدر سنوارتا نہیں | ہاتھ میں دامنِ مصطفیٰ ہے تو ہے
امتِ شاہِ دیں پر کرم ہو کرم | میرے ہونٹوں پہ ہر دم دعا ہے تو ہے
ہم کو توفیق اللہ نے کی عطا | ہر گھڑی دل میں خوفِ خدا ہے تو ہے
قبر تک کاش جائے محبت کی ضو | عشق کی بس یہی التجا ہے تو ہے

ساری دنیا میں پھیلا اجالا شمیم
ہر سو نورِ شہِ انبیا ہے تو ہے

(۲)

زہے نصیب سارے اشک میرے کام آگئے | دعا جو مانگی، جرم و عیب زیرِ دام آگئے
ہم عدل گاہ کے ابھی قریب پہنچے بھی نہ تھے | کرم کی بھیک دینے کو شہِ غلام آگئے
رسولِ دو جہاں کی عظمتوں پہ ہے فدا درود | خدا کا لے کے ساتھ شاہِ دیں کلام آگئے
دعاے دل کے سامنے شکست کھا گئی خطا | گنہ گروں کی سرخروئی کو امام آگئے
مری ہر التجا کی یار نے بچائی آبرو | سب اس کے کارہائے خیر میرے کام آگئے

نہ کوئی بے کلی نہ غم، خوشی کی لہر ہے شمیمؔ
کہ مغفرت کے واسطے مرے امام آگئے

(۳)

کردے معاف اے خدا ہر اک خطا غریب کی | صدقے میں شاہِ دین کے، سن لے دعا غریب کی
ذکرِ نبی ہو لب پہ اور آئے قضا غریب کی | فریاد جا کے پیش کر بادِ صبا غریب کی
دیدِ درِ نبی کی ہے برسوں سے دل میں آرزو | کاش قبول ہو خدا اک دن دعا غریب کی
بے ظرف و تنگ دل ہیں جتنے ہیں اہلِ سیم و زر | سنتا نہیں کبھی یہاں کوئی صدا غریب کی
رَستہ بدل دیا تو کیا، الفت نہیں رہی تو کیا | آئے گی یاد آپ کو پھر بھی وفا غریب کی
احساں ہو جس پہ غیر کا ایسی نہ شان چاہیے | دستِ دعا دراز ہے، قسمت جگا غریب کی
اپنی عمارتوں کا تم کرتے رہو معائینہ | پہنچی مگر فلک تلک بوئے را غریب کی

آئے کبھی بھی وہ نہیں گوہرؔ غریب خانے میں
تا عمر منتظر رہی چشمِ وفا غریب کی

از: سید شمیم احمد گوہرؔ، خانقاہ حلیمیہ، ایۃ آباد

نعت پاک

جہاں شمسیؔ حبیبِ کبریا کا لب پہ نام آیا
فرشتوں کا بھلا کیا ذکر خود رب کا سلام آیا

بہت آئے مدبر بھی، مفکر بھی، معلم بھی
مگر آیا تو اک امی لقب دنیا کے کام آیا

چمک اٹھے نہ کیوں اک اک روش گلزارِ ہستی کی
کہ جانِ زیست، شانِ زندگی وہ خوش خرام آیا

نہ صف بستہ ادب سے مرسلین و انبیا کیوں ہوں
شبِ معراج اقصیٰ میں ہے نبیوں کا امام آیا

اے جذب شوق ہے پیشِ نظر منظر مدینے کا
سنبھل کر دیکھ کر پلکوں سے چلنے کا مقام آیا

پرندہ نفس کا انساں کے قابو سے رہا باہر
یہ سرکش صرف آقا کی بدولت زیرِ گام آیا

کوئی آیا نہیں مایوس دربارِ محمد سے
اگر آیا تو اک ابلیس بے نیل و مرام آیا

جہانِ آرزو کو نورِ ایمانی عطا کرنے
مکانِ آمنہ میں آج وہ ماہِ تمام آیا

ابو بکر و عمر، عثمان و حیدر کا نہیں ہمسر
کہ بعدِ انبیا ان کے ہی بعد آیا جو نام آیا

مزہ جب ہے اے شمسی حشر میں آقا یہ فرمادیں
مرا عاشق، مرا مداح اور میرا غلام آیا

از: شمسی قریشی، امبیڈکر نگر

وفیات

مولانا شمس الدین عزیزی کا سفر آخرت

بہار اور نیپال کے سرحد پر واقع مشرقی یوپی کے قصبہ نچلول بازار مہراج گنج یو،پی کے مشہور و معروف ادارہ دار العلوم عزیزیہ مظہر العلوم کے پرنسپل قائدِ قوم وملت حضرت مولانا الحاج شمس الدین عزیزی مرحوم و مغفور ۳۰/اکتوبر ۲۰۱۶ء اتوار کو مختصر سی علالت کے بعد گورکھپور ہاسپیٹل میں صبح ۹/بج کر ۳۰/منٹ پر برین ہیمرج ہونے سے دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قائد قوم وملت کی رحلت کی خبر جس نے بھی سنی اسے یقین نہیں ہوا۔ لیکن سبھی کو یقین کرنا پڑا۔ فون اور سوشل میڈیا کے ذریعہ آپ کے انتقال کی خبر عام ہوتے ہی دور و نزدیک سے عقیدت مندوں کا ایک سیلاب امڈ پڑا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے دار العلوم کا پر سکون ماحول ماتم کدہ میں تبدیل ہو گیا۔ بعد ظہر آپ کے جسد خاکی کو دار العلوم سے تین کلومیٹر دور آپ کے آبائی وطن بہرولی لے جایا گیا۔ قبل عصر تجہیز وتکفین ہوئی۔ دار العلوم سے لے کر بہرولی تک اپنے محسن کو خراج عقیدت پیش کرنے والوں کا ایک ہجوم تھا۔ عوام کے ساتھ کثیر تعداد میں مدارس کے علما اور اراکین بھی شریک تھے۔ بعد نماز عصر ۴/بج کر ۳۰/منٹ پر حضرت مولانا قاری ریاض الدین شیخ الحدیث دار العلوم عزیزیہ مظہر العلوم کی اقتدا میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں آپ کے والدین کے پہلو میں آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ پسماندگان میں چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں جن میں سے دو بیٹوں اور دو بیٹیوں کی شادی ہو چکی ہے۔ اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل و اجرِ جزیل عطا فرمائے آمین۔

۲۰۰۲ء میں مولانا الحاج شمس الدین عزیزی نے دار العلوم عزیزیہ مظہر العلوم نچلول بازار کی صدارت و قیادت کا عہدہ سنبھالا اور چودہ سال تک اپنے فرائضِ منصبی کو بحسن و خوبی انجام دیا۔

آپ ایک بہترین عالم، عمدہ خطیب، مفکر و مدبر اور سیاست میں اثر ورسوخ رکھنے والے قائد تھے۔ اہل سنت کے اکثر جلسوں کی صدارت کے لئے مدعو کئے جاتے تھے۔ حافظ عبد الحکیم عزیزی مرحوم سابق صدر المدرسین دار العلوم ہذا کی مکمل نیابت کرتے ہوئے علاقے کے مسلمانوں کی رہنمائی فرماتے رہے۔ ان کے دکھ سکھ میں کام آتے رہے۔ سیکڑوں مساجد و مدارس کی سرپرستی کرتے رہے۔ اور بوقت ضرورت ان کا مالی تعاون بھی کرتے رہے۔ ٹیچرس ایسوسی ایشن کے اہم رکن بن کر مدارس کے مسائل سلجھانے کی کوشش کرتے رہے۔ جس کے لیے ضلع سے لے کر لکھنؤ تک بارہا سفر کی صعوبتیں خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔

حضرت مولانا شمس الدین عزیزی عمدہ اخلاق کے مالک تھے۔ طلبہ کے ساتھ آپ کا رویہ بڑا مشفقانہ تھا اور اساتذہ و اسٹاف کے ساتھ انتہائی نرم لہجے میں گفتگو کیا کرتے تھے۔ ہر محفل میں چھا جاتے اور قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ نے اپنے زمانہ صدارت میں بہت سے تعمیری اور تعلیمی کارنامے انجام دیے۔

اللہ تعالی مرحوم کی خدمات قبول فرمائے اور ان کی قبر پر رحمت و غفران کی موسلا دھار بارش برسائے اور دار العلوم عزیزیہ مظہر العلوم کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور اس ادارے کو مزید ترقی عطا فرمائے اور اس پر حافظ ملت علیہ الرحمہ کا فیضان ہمیشہ جاری و ساری رکھے۔ امین بجاہ سید المرسلین۔ از

فیاض احمد برکاتی مصباحی

استاذ دار العلوم عزیزیہ مظہر العلوم نچلول بازار مہراج گنج

قاری شمشاد علی قادری قرآن کے سچے خادم تھے

جامعہ عربیہ انوار القرآن بلرام پور کے سابق استاذ حضرت قاری شمشاد علی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ۳/محرم الحرام ۱۴۳۸ھ مطابق ۵/اکتوبر ۲۰۱۶ء بروز بدھ شام ۵/بجے لکھنؤ میڈیکل کالج کے ٹراما سینٹر میں انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن پڑھنے اور پڑھانے والوں کو بہتر انسان قرار دیا ہے۔ حضرت حافظ و قاری شمشاد علی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی پوری زندگی قرآن کی تعلیم و تدریس میں گزاری اور سینکڑوں باکمال حفاظ و قرا کو تیار کیا۔ آپ کی ولادت ۸/مارچ ۱۹۴۴ء کو فاضل گاؤں، مہراج گنج ترائی ضلع بلرام پور میں ہوئی۔ آپ کے دادا حاجی محمد عیدو مرحوم اور والد بزرگوار مولوی کرم اللہ مرحوم ایک دیندار، متقی و پرہیزگار انسان تھے اور علاقہ میں معززین میں شمار ہوتے تھے۔ جوانی سے لے کر بڑھاپے تک کبھی نماز پنجگانہ نہیں چھوڑی اور بلاناغہ روزانہ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مہراج گنج ترائی کے مدرسہ میں حاصل کی۔ حفظ و قرأت کی تعلیم باضابطہ طور سے جامعہ انوار العلوم تلسی پور میں حاصل کی اور اسی ادارہ میں رہ کر بابائے ملت علامہ مفتی عتیق الرحمٰن خاں علیہ الرحمہ سے قرأت سبعہ کی تکمیل کی۔ عربی و فارسی کی تعلیم بھی حاصل کی لیکن کچھ مجبوری کی بنا پر درمیان ہی میں تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور درس نظامی مکمل نہ کر سکے۔ اس کے بعد قاری صاحب مرحوم کتابت سیکھنے کے لیے گورکھپور تشریف لے گئے۔ منشی دین محمد مالک آسی پریس کی خدمت میں رہ کر کامیابی حاصل کی اور کتابت کا شغل بھی اپنایا۔ آپ کے اساتذہ میں قاری رحمت اللہ ادروی، قاری تفضّل حسین ،.................. (باقی، ص:۲۲ پر)

صدائے باز گشت

یکساں سول کوڈ کا نفاذ شریعت اسلامیہ کے سراسر خلاف

مکرمی.......................سلام مسنون

ماہ نامہ اشرفیہ نومبر ۲۰۱۶ء نظر نواز ہوا۔ سب سے پہلے میں آپ کا بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے میرا مکتوب شائع فرما کر میری حوصلہ افزائی فرمائی، اس شمارے کے تمام مضامین بہت عمدہ ہیں خصوصاً آپ کا اداریہ میں نے کافی دل چسپی سے پڑھا، مجھے بے حد افسوس ہوا کہ جماعت اہل سنت کے عظیم قائد علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمۃ اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ انھیں باغ فردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہم طلبہ کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس شمارے کا طلبہ کے حوالے سے مولانا محمد عابد چشتی صاحب کا مضمون "مدارس اسلامیہ کے طلبہ سے چند اہم باتیں" میں نے کافی توجہ سے پڑھا اور اپنے اندر بہت ساری تبدیلی بھی محسوس کر رہا ہوں۔ امید کہ دیگر طلبہ بھی اسے پڑھنے کے بعد اپنے مقصد پر نظر ثانی فرمائیں گے۔ موصوف نے طلبہ کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے، میں سمجھتا ہوں اس مضمون کو پڑھنے کے بعد شاید ہی کوئی بے حس طالب علم اپنے گریبان میں جھانک کر مستقبل کو فراموش کرنے کی کوشش کرے گا۔ مدیر محترم سے گذارش ہے کہ اس قسم کے ایک دو مضمون ہر شمارے میں شائع فرمائیں تاکہ طلبہ مستفید ہو سکیں۔

آمدم بر سر مطلب، ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے جس میں درجنوں مذاہب اور مکاتب فکر کے لوگ بستے ہیں۔ دستور ہند میں تمام مذاہب کے لوگوں کے لیے ان کی مذہبی آزادی فراہم کی گئی ہے جس کے تحت وہ اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کو بھی مکمل مذہبی آزادی ملی ہے۔ اگر کوئی کسی کے مذہب پر کیچڑ اچھالتا ہے یا پھر اس مذہب کے قوانین پر پابندی عائد کرتا ہے تو اس کے لیے حکومت کی طرف سے اس کا خمیازہ بھی بھگتنا پڑتا ہے۔ لیکن اگر یہی کام خود حکومت کے افراد انجام دینے لگیں جن کے ہاتھوں میں سیاسی زمام ہوتی ہے تو پھر ملک کی گنگا جمنی تہذیب میں دراڑ پیدا ہونے لگتی ہے اور دستور کا شیرازہ بکھر کر رہ جاتا ہے۔

وطن عزیز ہند میں آئے دن اقلیتی فرقہ کے ساتھ ناروا سلوک کیا جا رہا ہے، خصوصاً مسلمانوں کو طرح طرح سے ظلم وستم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ اب تک حکومت صرف مسلمانوں کے خون سے میدان سیاست لالہ زار کر رہی تھی، لیکن چند مہینوں سے مسلمانوں کی روح کو بھی زک پہنچا رہی ہے، یعنی ان کی شریعت میں دخل اندازی کر رہی ہے، کیوں کہ کسی بھی مذہب کے ماننے والوں کے لیے ان کا مذہبی قانون ان کی روح ہوا کرتا ہے۔

حکومت کبھی سوریہ نمسکار کا لزوم، کبھی بھارت ماتا کی جے، کبھی وندے ماترم اور اب طلاق ثلاثہ کو لے کر یکساں سول کوڈ کا نفاذ کی کوشش سے مسلمانوں کے جذبات سے کھیل رہی ہے۔ یہ صرف غیر آئینی ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کی موت کے مترادف ہے کہ اللہ کے عطا کردہ قانون میں کوئی مداخلت کرے۔ مسلمان جان کی قربانی تو دے سکتا ہے لیکن قانون الٰہی میں کسی بھی طرح کی ترمیم ہرگز برداشت نہیں کر سکتا، یکساں سول کوڈ کا نفاذ صرف شریعت اسلامیہ ہی کے نہیں بلکہ ان تمام مذاہب کے خلاف بھی ہے جو وطن عزیز میں پروان چڑھ رہے ہیں۔ بھلا جس ملک میں ہر سو میل کی دوری پر لوگوں کی تہذیب بدل جاتی ہے، زبان بدل جاتی ہے اور مذہبی رسم و رواج میں گہرا اختلاف پایا جاتا ہے، ان سب پر کسی ایک ملک کا یکساں قانون کیسے نافذ ہو سکتا ہے۔

از: محمد کلیم اشرف رضوی مظفر پوری
متعلم الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

اذان کی آواز صوتی آلودگی نہیں بلکہ یہ مذہبی عمل ہے

مکرمی! یہ کیسی مذموم حرکت ہے کہ آج پوری دنیا میں مذہبی آزادی کا دم تو بھرا جا رہا ہے مگر مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو کچلنے کا کام اہل اقتدار اپنے ایوان اقتدار کی کرسیوں پر بیٹھ کر کر رہے ہیں، اصطلاحات ضرور بدل دی جاتی ہیں مگر مقاصد یکساں ہوتے ہیں، منازل کی راہیں الگ الگ ہوتی ہیں مگر منزل ایک ہی ہوتی ہے، ایسا لگ رہا ہے کہ اب پوری دنیا میں اسلام مخالف قوتیں متحد ہو کر اعلان جنگ کر چکی ہیں جس کے نقارہ کی آواز ہمارے قائدین محسوس نہیں کر پا رہے ہیں، ابھی حال ہی میں اسرائیلی پارلیمینٹ میں جو بل پاس ہوا ہے اس پر مسلم دنیا کی منظم قوتوں کا خاموش رہنا اس بات کی مبینہ دلیل ہے، اللہ سلامت رکھے "احمد الطیبی" کے جذبۂ ایمانی کو کہ انہوں نے اسرائیلی پارلیمینٹ ہی میں اذان دے دی اور اذان کے خلاف لگی پابندی پر اپنا احتجاج درج کرایا۔

اسی طرح کی پابندی صوتی آلودگی کے نام پر ہمارے ملک میں بھی

ہے جس سے کبھی نہ کبھی ضرور پریشانی لاحق ہونے والی ہے ، ہمارے قائدین کو چاہئے کہ وہ اقوام متحدہ کے سامنے اس معاملے کے تعلق سے حتمی گفتگو کریں کہ آئے دن جب بھی مسلمانوں کو مشتعل کرنا ہوتا ہے اذان بند ،یہ بند،وہ بند، کا شوشہ چھوڑ دیا جاتا ہے اور مسلمان بار بار مذہبی احساسات کے ذہنی دردو آلام سے دوچار ہوتے ہیں ، اقوام متحدہ کے سامنے ایک ''اسپیشل اذان بل'' پاس کرانے پر غور کرنا چاہئے کہ پوری دنیا میں اذان کو شعار اسلام اور مسلمانوں کے مذہبی عمل کا حصہ قرار دیتے ہوئے اس پر کہیں بھی اور کبھی بھی پابندی نہیں ہونی چاہئے ،اذن کی آواز کو'' صوتی آلودگی'' کے دائرہ سے باہر ماناجانا چاہئے کہ یہ صوتی آلودگی نہیں بلکہ مذہبی عمل ہے ،مذہبی عمل کو صوتی آلودگی کیوں قرار دیا جاسکتا ہے ،بالکل صوتی آلودگی کے زمرے سے ہی خارج مانا جانا چاہئے ،کیوں کہ ہر آواز کو صوتی آلودگی مانا بھی نہیں جارہاہے، گردو پیش کے مشاہدات گواہ ہیں کہ روڈوں پر چلنے والی ہر قسم کی گاڑیوں اور آسمان پر اڑنے والے ہر قسم کے طیارے ، مختلف مذاہب کی مذہبی تقاریب کی رنگ رنگیلیاں ،ہزار ہا کیلو میٹر تک اپنی آواز کے برے اثرات مرتب کرنے والے جنگی حملوں کی آوازیں تو ہر روز زندگی کا حصہ بنتی جارہی ہیں مگران سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں ہے ، مجھے نہیں معلوم کہ ان آوازوں کا شمار کس میں ہوتا ہے مگر کبھی بھی اس تعلق سے کوئی خبر نظر سے نہیں گزری ہے کہ روڈوں پر چلنے والی گاڑیوں کو رات کے دس بجے کے بعد چلنے کا پرمیشن نہیں کہ راستوں کے کنارے بنے ٹاوروں میں لوگ صوتی آلودگی سے متاثر ہوں گے !!!

خیر جو بھی ہو، ہمارے لیڈران کو چاہئے کہ اس پر غور کیا جانا چاہئے اور دنیا کو واضح کر دینا چاہئے کہ ہماری ''اذان کی آواز' صوتی آلودگی نہیں ہے ، پوری دنیا کے مسلمانوں اور خاص کر اتحاد کے علمبر داروں کو چاہئے کہ تمام مسلم ممالک کی توجہ اس امر پر مبذول کرائیں اور اقوام متحدہ سے اس پر بحث کرانے پر غور کریں ، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ وہ حکمراں بھی ہوش کے ناخن لیں کہ ایک ''احمد الطیبی ''نہیں دنیا میں ہر چوتھا، پانچواں شخص ''احمد الطیبی '' کے عمل سے مذہبی اتفاق رکھتا ہے ۔اس لیے بار بار اس طرح کے احکامات جاری کر کے مسلمانوں کی توجہ منتشر کرنے کی ضرورت نہیں ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ پوری دنیا کو امن وسکون کا گہوارہ بنادے ، آمین، آمین ، بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

از: محمد اختر علی واجد القادری

جامعہ اسلامیہ یتیم خانہ نیا نگر میرا روڈ ممبئی

عید میلاد پاک کا خاص تحفہ بشائر الخیرات

تحریر حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قراءت شیخ مصطفےٰ ازہری

مکرمی! درود شریف کی فضیلتیں تو بے شمار ہیں، درود شریف کا پڑھنا، درود شریف کا سننا، رضائے الٰہی ورضائے نبی ﷺ کا ذریعہ ہے۔ درود شریف کی بہت سی کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں درودوں کا مجموعہ دلائل الخیرات تو بہت مقبول عام ہے۔ لوگ وظیہ کے طور پر روزانہ پڑھا کرتے ہیں۔ بشائر الخیرات بھی درودوں کا مجموعہ ہے، حضور غوث پاک کی تحریر پاک ہے، ہر درود میں قرآن کریم کی ایک آیتِ کریمہ ہے، اس لیے اس مجموعہ کا دوسرا نام صلاۃ القرآن ہے۔ بشائر الخیرات کو اب youtube پر سنا جاسکتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ مدینہ منورہ اور مسجد نبوی شریف کے مقدس مناظر بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ موبائل کا صحیح استمال کرنا کارِ ثواب ہو سکتا ہے، موبائل کے وہ کام جو اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی اور جہنم میں لے جانے والے ہیں ان سے بچ کر آیئے، درود شریف سنیے، مقدس مناظر دیکھیے اور درود پاک پڑھیے۔ محتاج دعا: محمد شمیم اشرف ازہری، ماریشس

قطاروں میں بڑے بڑے نیتا، بزنس مین اور ارب پتیوں کے چہرے کیوں نظر نہیں آرہے ہیں؟

مکرمی! ۸/ نومبر کی رات ۸/ بج کر ۱۷/ منٹ پر ملک کے وزیر اعظم نریندر مودی اچانک میڈیا کے روبرو ہو کر یہ اعلان کرتے ہیں کہ آج ہی رات ۱۲/ بجے سے ۵۰۰/ اور ۱۰۰۰/ کے نوٹ بند ہو جائیں گے اور اس کا استعمال غیر قانونی سمجھا جائے گا۔

ان کے اس اعلان سے پورے ملک میں بے چینی پائی جارہی ہے، لوگ حیران و پریشان ہیں کہ مودی جی نے اتنا بڑا فیصلہ اپوزیشن کو اعتماد میں لیے بغیر کیسے کر دیا اور اگر کرنا ہی تھا تو اس کی اطلاع ضرور پہلے سے عوام کو دی جانی چاہیے تھی، تاکہ وہ اپنے لیے کوئی مناسب راستہ نکال پاتے۔

مودی جی کے اس اعلان سے ۷/ نومبر کی رات میں سفر کرنے والے لوگوں کو کس حد تک پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا، اس کا صحیح اندازہ تو انھیں کو ہو گا جو اس دن سفر پر تھے کہ پیسے ہوتے ہوئے بھی مجبور ولاچار بنے ہوئے تھے۔ ہزار اور پانچ سو کی شکل میں تو ان کے پاس تھے، لیکن وہ اس سے کچھ کھا پی نہیں سکتے تھے۔ مریض جو اسپتالوں میں زیر علاج تھے، ان کا علاج مکمل ہونے کے باوجود پیسوں کی وجہ سے ان کی چھٹی

نہیں ہو پا رہی تھی، بلکہ وہ صورتِ حال آج بھی بنی ہوئی ہے کہ روپے موجود ہوتے ہوئے بھی مریضوں کے علاج میں دقتیں سامنے آرہی ہیں، مریض اسپتالوں میں دم توڑ رہے ہیں، شادیاں منسوخ ہو رہی ہیں، بلکہ نوٹ بندی کے اس اعلان کے صدمے سے اب تک ۸۰/ سے زائد لوگوں کو جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔

آج ملک میں ہر طرف افراتفری مچی ہوئی ہے اور ایمرجنسی جیسی حالت پیدا ہو گئی ہے۔ ضلع اعظم گڑھ (یوپی) کا قصبہ مبارک پور بھی اس آفت ناگہانی سے دوچار ہے۔ یہاں کے لوگ بھی نوٹ بدلوانے اور پیسہ نکالنے کے چکر میں اپنے کاربار چھوڑ کر اے ٹی ایم اور بینکوں کے باہر لائن میں گھنٹوں کھڑے ہونے پر مجبور ہیں اور حالات ایسے ہو گئے ہیں کہ بینک تو صبح ۱۰/ بجے کھلتے ہیں لیکن بینکوں کے باہر رات ہی سے قطار بندی کرنا پڑ رہا ہے اور لوگ پوری رات سردیوں میں جاگنے پر مجبور ہیں، کیوں کہ اگر وہ غریب ایسا نہیں کرتے ہیں تو ان کے گھروں میں کیسے چولھے جلیں گے؟

ایسا بھی دیکھنے کو مل رہا ہے کہ لوگ اے ٹی ایم اور بینکوں کے سامنے قطار میں گھنٹوں کھڑے ہوتے ہیں لیکن ان کی باری آتے آتے پیسے ختم ہو جاتے ہیں اور ان کا لائن میں لگنا بے سود ہو جاتا ہے۔ اس طرح انھیں پیسہ نکالنے میں کافی دقتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور اگر پیسہ کسی طرح نکل جا رہا ہے تو پھر ۲۰۰۰ کے نوٹوں کو مارکیٹ میں چلانا بھی ایک دشوار گذار مرحلہ ہوتا ہے۔ کیوں کہ خود دوکاندار کے پاس اتنے کھلے پیسے نہیں ہوتے کہ وہ اسے بہ آسانی قبول کر سکیں، جس کے باعث خرید و فروخت میں دشواری ہو رہی ہے۔

جلد بازی میں کیے گئے اس فیصلے سے جہاں قصبہ مبارک پور کے عوام شدید مشکلات سے دوچار ہیں وہیں ملک کی مرکزی دینی درس گاہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے طلبہ تعلیمی سلسلے سے سمجھوتا کر کے چار و ناچار بینکوں کو چکر کاٹنے پر مجبور ہیں۔ حالاں کہ ان کے لیے یہ وقت بڑا قیمتی ہوتا ہے۔ ملک کے مختلف اطراف سے آئے ہوئے طلبہ حکومت کے اس فیصلے سے سخت نالاں ہیں کہ جو قیمتی اوقات انھیں امتحان کی تیاری اور کتابوں کے حل کرنے میں صرف کرنے کے لیے ملے تھے وہ قطاروں میں کھڑے کھڑے ضائع ہو رہے ہیں۔ بلکہ اب تو جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے طلبہ نے رات کے وقت لائن میں بیٹھ کر اپنے امتحانات کی تیاریاں شروع کر دی ہیں۔

جامعہ اشرفیہ کا ایک اہم اور تحقیقی شعبہ "مجلس شرعی" ہے جس کے تحت ہر سال "فقہی سیمینار" منعقد کیے جاتے ہیں اور جس میں ملک کی معتبر و موقر شخصیات، علمائے کرام اور محققینِ اسلام کا ایک جمِ غفیر جمع ہو کر بر وقت امتِ مسلمہ کی رہ نمائی کے لیے جدید اور نو پیدا مسائل کا شرعی حل پیش کرتا ہے اور پھر کثیر مفتیانِ کرام کی موجودگی میں فیصلے قلم بند کیے جاتے ہیں اور اسی کے مطابق مختلف دار الافتا کے ذمہ داران فتوے صادر کرتے ہیں۔ یہ اپنے آپ میں ایک منفرد کام ہوتا ہے۔ مگر کیا کیا جائے انجام سے بے خبر ہو کر فیصلہ کر دینے والی بھاجپائی سرکار کا اچانک نوٹ بندی کے فرمان نے اس سیمینار کو بھی اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ ۱۹/ ۲۰/ ۲۱/ نومبر ۲۰۱۰ء کو منعقد ہونے والا چوبیسواں فقہی سیمینار موقوف کر دیا گیا۔ اب ان شاء اللہ جلد ہی مناسب موقع پر اس کے انعقاد کا اعلان کیا جائے گا۔

حکومت کے اس فیصلے نے پورے ملک کو بے چین کر کے رکھ دیا ہے اور نوٹوں کی کمی کی وجہ سے ہر طرف ہاہاکار مچی ہوئی ہے۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ملک کے متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والے اور غریب و معذور افراد قطاروں پر روزانہ نظر آتے ہیں مگر نہ جانے کیوں نیتاؤں، لیڈروں اور محلوں میں دادِ عیش دینے والے کروڑ پتیوں کے چہرے غائب ہیں۔

از: محمد ابوہریرہ رضوی، رام گڑھ

"کالے دھن" کا شور مچانا سیاسی شعبدہ بازی کے سوا کچھ نہیں

مکرمی! کوئی اور وقت ہوتا تو ملک کے سوا سو کروڑ عوام پر اتنا اثر انداز نہیں ہوتا جتنا کہ نوٹوں کا بحران ہندوستانی عوام پر اثر انداز ہو رہا ہے۔

اقتصادی بحران: اس کا سب سے زیادہ اثر ملک کی اقتصادی حالت پر پڑا ہے، ظاہر ہے کہ جب عوام کے ہاتھوں میں پیسے ہی نہیں ہوں گے تو پھر کس بازار میں رونق رہے گی اور کون سی انڈسٹری چلے گی؟ یہی وجہ ہے کہ دکان دار دکانیں کھول کر گراہک کا انتظار کر رہے ہیں اور کسی کے پاس خریدار آ بھی رہے ہیں تو ہزار و پانچ سو کے نوٹ کی معطلی دونوں کی امیدوں پر پانی پھیرتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ اسی طرح لین دین اور خرید و فروخت کی محفلوں میں عجیب قسم کی ویرانی چھائی ہوئی ہے۔ شیئر بازار اور دیگر مارکیٹس کا چہرا بھی اترا اترا سا نظر آرہا ہے۔ پٹرول پمپ پر دینے اور لینے والے کے درمیان نوک جھونک کی خبریں روزانہ موصول ہو رہی ہیں۔ سیاحوں کے ذریعہ

جوملک کی خاصی آمدنی ہوتی تھی اس میں بھی زبردست گراوٹ آئی ہے بین الاقوامی تجارتی میلہ جو ہندوستان اور اس کے شہریوں کے لیے اقتصادی خوش حالی، امن اور استحکام کا پیامبر بن کرنمودار ہوتا تھا اور جس کے چھتیسویں ایڈیشن کا افتتاح صدر جمہوریہ پرنب مکھرجی نے کیا ہے، ایسی صورتِ حال میں اس کی حیثیت بھی محض ایک رسمی میلے سے زیادہ نہیں رہ جاتی۔

تعلیمی بحران: اس طرح تعلیم وتعلم سے تعلق رکھنے والا طبقہ بھی شدید مشکلات سے دوچار ہے، تعلیم گاہوں کے اساتذہ وطلبہ سب کے سب تعلیم چھوڑ کر نوٹ بدلنے کے لیے قطاروں میں کھڑے نظر آرہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ تعلیم کے علاوہ بھی ان کی اپنی بنیادی ضرورتیں ہیں جن کو روپیے پیسوں کے ذریعہ ہی پورا کیا جاسکتا ہے۔ بہت سی درس گاہوں میں یہ وقت امتحان کی تیاری کا ہے، مگر نوٹوں کی افراتفری سے نہ تو وہ صحیح سے پڑھائی کرپارہے ہیں اور نہ ہی آسانی سے نوٹ بدلوارہے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے موقع پاکر شور وغل، دھکا مکی وغیرہ لایعنی کاموں میں عمرِ عزیز کا حصہ ضائع کررہے ہیں، کیوں کہ درس گاہوں میں نہ اساتذہ نہ گھر میں ان کے سرپرست جوان کی مناسب دیکھ بھال کرسکیں۔ سب سڑک پر بینک کھلنے کے انتظار کررہے ہیں۔

خانگی نظام کی برہمی: ایسے ماحول میں خانگی نظام کا درہم برہم ہوجانا ایک فطری امر ہے۔ گھر کے گارجین اور سرپرستوں کے لیے اپنے اہل وعیال کی اشیاے خورونوش کا انتظام کرنا ایک بہت بڑا چیلنج ثابت ہورہا ہے۔ بعض وہ لوگ جن کے گھر کا سارا انحصار یومیہ مزدوری پر تھا، وہ بھی کئی دنوں سے مزدوری چھوڑ کر آفتِ ناگہانی کے لیے وقت کے لیے بچاکر رکھے گئے نوٹوں کو بدلوانے کی غرض سے قطار کی افراتفری میں شامل ہوکر یومیہ مزدوری نہیں کرپارہے ہیں۔ بہت سے علاقوں سے ایسی خبریں مل رہی ہیں کہ رات ۸/ بجے سے وہ بھی جاڑے کی رات میں گھر کے ذمہ دار افراد لائن لگائے کھڑے ہیں، مگر دن میں جب گیارہ بجے ان کی باری آتی ہے تو یہ کہہ کر بینک کا شٹر گرادیا جاتا ہے کہ پیسے ختم ہوگئے، دوسرے دن آئیے۔ ادھر جب یہ گھر جاتے ہیں توان کے بیوی بچے جو کئی دنوں سے فاقہ کشی پر مجبور ہیں، بلبلا اٹھتے ہیں اور صبر کا یارا نہ رہنے پر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتے ہیں۔ جن گھرانوں کے مرد روزی روٹی کمانے کے لیے پردیس نکلے ہوئے ہیں، ان کے گھر کی عورتیں ناچار سردیوں میں لگی قطار کا حصہ بنتی ہیں اور گھر کے کام کاج نہیں ہوپاتے اور چولھے نہیں جلتے ہیں۔ ابھی سوشل میڈیا پر ایک کلپ وائرل ہے جس میں کئی گھنٹوں سے لائن میں کھڑی ایک بیوہ عورت جو دو چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ زندگی بسر کرتی ہے، میڈیا کے سامنے اپنا غم بیان کررہی ہے کہ میں اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو چھوڑ کر گھر سے آئی ہوں جن کا اکیلے پن اور بھوک کی وجہ سے رورو کر براحال ہے، میرے پاس ہزار اور پانچ سو روپے کے نوٹ ہونے کے باوجود نہ میں ان کی بھوک مٹاپارہی ہوں نہ اپنی۔

قطاروں کی مشکلات سے نبرد آزا ہونے کے باوجود مایوسی: اپنی باری جلد آجائے، اس کے چکر میں لوگ اپنا سارا کام کاج چھوڑ کر ۸/ بجے رات ہی سے نمبر لگائے بینکوں کے سامنے رات گذارنے پر مجبور ہیں، صبح ہوتے ہوتے یہ لائن اس قدر لمبی ہوجاتی ہے کہ راہ گیروں کو چلنے میں بھی دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ صبح سے شام اور رات سے صبح اسی قسم کی افراتفری میں گذر رہی ہے۔ بینکوں کے سامنے اس قدر بھیڑ جمع ہوجارہی ہے کہ بینک انتظامیہ بھی ان کا بندوبست کرنے میں ناکام ثابت ہورہی ہے۔ بہت سے معذور، کم زور اور ضعیف العمر مرد وعورت تو پریشانی کی وجہ سے غش کھاکر گھر رہے ہیں، اور بہت سے وہ بھی ہیں جو اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ دیہی علاقوں کا تو اور براحال ہے، دور دراز سے آکر لوگ قطاروں میں کھڑے رہتے ہیں، مگر جب ان کی باری آتی ہے تو یہ کہہ کر واپس کردیا جاتا ہے کہ بینک کے پیسے ختم ہوچکے ہیں اب کل آنا۔ اس طرح بلاوجہ روزانہ بہتوں کے چالیس پچاس روپے کرائے کی گاڑی کے ذریعہ ضائع ہورہے ہیں۔

اسی طرح مذہنی، سماجی، ثقافتی اور شادی کی تقریبات پر براہِ راست اثر پڑا ہے، بعض تو ملتوی کردی گئیں اور بعض تقریبات کسی طرح پھیکے پھیکے انداز میں اختتام پذیر ہوئیں۔ بعض افراد کی موتوں پر اس کا اس قدر اثر پڑا ہے کہ پاس میں روپے پیسے ہونے کے باوجود آخری رسوم ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ ایسے شدید مشکلات سے دوچار عوام کے بارے میں نریندر مودی کے اس تبصرے میں کتنی سچائی رہ جاتی ہے کہ ”غریب اور عام آدمی سکون کی نیند سورہا ہے اور امیر ترین لوگ نیند کی گولی کھارہے ہیں۔“

اہلِ ثروت اور مہاجنوں کی دھاندلی: ایسے وقت میں موقع سے ناجائز فائدہ اٹھانے والوں کی بھی ایک بڑی تعداد سامنے آئی ہے، جو ملک کے مختلف شہروں میں عوام کی جیب پر یوں ڈاکے ڈال رہی ہے کہ ہزار روپے کے ایک نوٹ کے بدلے ۸/ سو روپے اور پانچ سو کے

بدلے چار سو روپے دے کر گھر کا راستہ دکھا رہی ہے۔ چوں کہ پیسے کی شدید قلت ہے، اس لیے بہت سے لوگ اس طرح کے سودی کاروبار کے ذریعہ ہزار اور پانچ سو کے نوٹوں سے پیچھا چھڑا کر اپنی ضروریات کی تکمیل کر رہے ہیں۔ ملک کے جن علاقوں میں فصلوں کی بوائی کا موسم چل رہا ہے، وہاں کے کسان بھی سخت مشکلات سے دوچار ہیں، پیسوں کی شدید حاجت کی وجہ سے اپنے خصوصی دال چاول بیچ کر فصلوں کے بیج خریدنے پر مجبور ہیں۔ اور دکان داروں کی دھاندلی کا یہ عالم کہ دال، چاول، مسور وغیرہ اناج نہایت معمولی قیمت پر خرید کر ان کے بیج اور دوسرے اناج گراں قیمت پر بیچ رہے ہیں۔

چوری کے مسائل میں اضافہ: نوٹ بندی کے اچانک فیصلے سے چوں کہ تجوریوں کے سارے پیسے سڑکوں پر آ گئے ہیں، اس لیے چوری سے وابستہ افراد آج کل اپنے پیشے میں کافی سرگرم دکھائی پڑ رہے ہیں۔ قطاروں کی افراتفری میں وہ بڑی آسانی سے اپنا کام کرنے جا رہے ہیں۔ معمر اور ضعیف لوگوں سے لوٹ و مار کی خبریں بھی مل رہی ہیں۔ ابھی حال ہی دہلی کے ایک مزدور کی ویڈیو سامنے آئی ہے۔ جس نے اپنی مزدوری کے بیس ہزار روپے لینے کے بعد ۳۰/ ہزار روپے بطور قرض لینے کے لیے اپنے مالک سے بڑی منت و سماجت کی تاکہ وہ اپنی دو بچیوں کی شادی کے لیے کچھ پیسے اکٹھا کر سکے، پہلے تو مالک نے صاف انکار کر دیا، مگر جب اس نے پوچھا کہ ان ہزار و پانچ سو کے نوٹوں کا کیا کریں گے؟ آپ کا اکاؤنٹ تو فل ہے، مجھے ہی قرض دے دیں، جب اپنے پیسے بچانے کی اس سے بہتر کوئی تدبیر نظر نہ آئی تو بالآخر ۳۰/ ہزار روپے واپسی کی شرط کے ساتھ دے دیا۔ پورے پچاس ہزار لے کر بینک میں جمع کرنے کے لیے وہ قطار میں کھڑا تھا کہ چپکے سے کسی نے اس کی جیب پر ہاتھ صاف کر دیا، اب اس بے چارے کا اور اس کی بیوی کا روتے روتے برا حال ہے کہ وہ گھر کیسے چلائے گا اور اپنے مالک کا قرض کیسے چکائے گا۔

کالے دھن کے تعلق سے چند معروضات: اعلان کے وقت مودی جی نے نوٹ بندی کا اولین مقصد "کالے دھن کے خلاف لڑائی لڑنا" بتایا تھا۔ جمہوری حکومت کے ایک شہری ہونے کے ناطے میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر واقعی ملک سے کالے دھن کا صفایا کرنا چاہتے ہیں اور آپ کی نیت میں کوئی کھوٹ نہیں تو پھر:

(۱) ۲۰۱۱ء میں آئی سوس بینکوں کی لسٹ کے مطابق ۶۴۸ ارب پتیوں کے کالے دھن کے خلاف کوئی اسٹرائک کیوں نہیں کرتے؟ ان سب کے نام مع اکاؤنٹ نمبر دستیاب ہے۔ مزید تفصیل مطلوب ہو تو فقط ایک چٹھی لکھنے کی دیر ہے، سوس بینک آپ کے پاس ان کی تمام تفصیل بھیج دیں گے۔ یہ بات تو آپ بھی اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ ان ۶۴۸ لوگوں میں آپ کے مشیر کار اور ملک کے وزیر خزانہ ارون جیٹلی اور آپ کے اعتقادی ہم نوا و آر ایس ایس کے سربراہ موہن بھاگوت بھی شامل ہیں۔ ان کے کالے دھن کے خلاف کوئی ایکشن کیوں نہیں لیتے؟

(۲) ہندوستانی دولت لوٹ کر غیر ملکی بینکوں میں جمع کرنے والوں کی ایک فہرست "پناما لسٹ" میں بھی آئی تھی، ان سے صَرفِ نظر کیوں کیا جا رہا ہے؟

(۳) وزیر اعلیٰ دہلی جناب اروند کیجریوال کی ایوانی تقریر کے مطابق اڈوانی کے پانچ ہزار چار سو اڑسٹھ کروڑ روپے غیر ملکی کھاتوں میں جمع ہیں، ان کے خلاف کیوں کارروائی کرنے سے گریز کر رہے ہیں؟

(۴) یاد ہوگا کہ کبھی آپ نے عوام سے یہ وعدہ کیا تھا کہ غیر ممالک میں جمع کالا دھن بہت جلد واپس لایا جائے گا اور اتنا پیسہ آجائے گا کہ ملک کے ہر شہری کے اکاؤنٹ میں پندرہ پندرہ لاکھ روپے جمع ہو جائیں گے۔ اگر نیت صاف ہے تو پھر اپنا وعدہ پورا کرنے میں کون سی چیز مانع ہے؟

(۵) کالی کمائی جمع کرنے والے (اور آپ بھی) یہ فلسفہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کرنسی جمع کرنے سے نہیں بلکہ اس کی سرکولیشن سے منافع ہوتا ہے، اس لیے وہ اس رقم کو ایک جگہ نہیں رکھتے بلکہ یہ دولت سونا، چاندی، ہیرے جواہرات، پینٹنگ اور قدیم فنی نمونوں کی شکل میں بدل دی جاتی ہے۔ پھر اس طرح کا فرمان کس کے لیے آپ نے جاری کیا ہے؟

(۶) ایک اقتصادی رپورٹ کے مطابق ملک میں صرف ۲۸/ فیصد ہی کالا دھن موجود ہے، جب کہ ۷۲/ فیصد کالی کمائی باہر کے ملکوں میں ہے جس کا ذکر خود آپ نے انتخاب کے دوران بھی کیا تھا۔ کیا ہم جان سکتے ہیں کہ ملک کے ۷۲/ فیصد بد عنوانوں سے آپ کی کیسی دوستی ہے اور ۲۸/ فیصد سے کیسی دشمنی؟

(۷) اپوزیشن پارٹیاں اور میڈیا کا کہنا ہے کہ نوٹ بندی کے اعلان سے قبل ہی بی جے پی کے لیڈران اور ان سے وابستہ خاص خاص لوگوں کو متنبہ کر دیا گیا تھا، جب انھوں نے اپنا انتظام کر لیا تو اب دوسروں کی پریشانیاں بڑھانے کے لیے یہ فرمان تھوپ دیا گیا ہے۔ اس کے درج ذیل شواہد بھی پیش کیے جا رہے ہیں۔

..................................(باقی، ص:۵۲/پر)

ارباب صحافت وخطابت کانمائندہ اجلاس

عرس قاسمی برکاتی کے مبارک موقع پر سرکاران مارہرہ کی سرپرستی میں نوجوان خطبا اور قلم کاروں کی تربیت کے لیے منعقد ہونے والے پروگرام کی روداد

اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ اشرف المخلوقات کے ہر فرد کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے دوام و ہمیشگی حاصل ہوجائے، مگر اس کے اہتمام کی کوشش کم ہی لوگ کرپاتے ہیں جس کی وجہ سے صرف چندہی لوگ اپنا خواب پورا کرنے میں کامیاب ہوپاتے ہیں۔ موت کے بعد بھی زمین پہ زندہ رہنے کے لیے انسان کو اللہ کی مخلوقات کے لیے نافع بننا ہوگا، کیوں کہ یہاں وہی چیزیں باقی رہتی ہیں جو نفع بخش ہوں، غیر نافع اشیا فنا ہوجاتی ہیں۔ ان خیالات کا اظہار ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی نے عرس قاسمی کے موقع پہ منعقدہ "ارباب صحافت وخطابت کا نمائندہ اجلاس" میں کیا۔ خطاب کرتے ہوئے پروفیسر سید سراج الدین اجملی نے ایک اچھے قلم کار اور خطیب کے اوصاف پہ روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ قلم کار اور مقررین کو اپنے منتخب کردہ موضوعات پہ مواد کی فراہمی میں خوب محنت و لگن کے ساتھ ترسیل کے وقت دل کش اور جاذب پیرائے کا سہارا لینا چاہیے۔ نیز دور جدید کے وسائل کا استعمال اس وقت کرنا چاہیے جب آپ اس سے بخوبی واقف ہوں تاکہ آپ کی تقریر وتحریر سے سبھی استفادہ کرسکیں اور لاشعوری طور پہ آپ کسی مکروہ شئی کے ارتکاب سے بھی بچے رہیں۔

اس موقع پہ موجود پروفیسر قمرالہدی فریدی نے فرمایا کہ تقریر وتحریر میں اظہار محبت کا وہ عنصر ہونا چاہیے جو شکستہ دلوں میں حب دگراں کا جلوہ بھردے۔ اس کے لیے عمدہ پیرائے میں الفاظ کا انتخاب اور ان کا صحیح استعمال ناگزیر ہے۔ اور مولانا ساجد مصباحی نے نوجوان علمائے کرام کو تقریر وتحریر کی باریکیوں سے روشناس کراتے ہوئے عہد حاضر کے مسائل پہ لکھنے اور بولنے کی ترغیب دلائی۔ ڈاکٹر سجاد عالم مصباحی نے فرمایا کہ ہمیں اپنے Reproduction کو ختم کرکے production پہ توجہ مرکوز کرنی ہوگی۔ ڈاکٹر افضل مصباحی نے صحافت کی تعریف اور اس کے اقسام پہ روشنی ڈالتے ہوئے اخباری صحافت اور مادی اسباب کی وضاحت فرمائی۔ نیز انہوں نے مادی اسباب کی مجبوری اور ان کے حل کا اقدام بھی بتایا۔ مولانا ظفرالدین برکاتی نے فرمایا کہ جب تحریر کارآمد، معتدل و متوازن، علمی وتحقیقی مضامین سے لبریز اور مثبت افکار کی پیش کش پہ مشتمل ہونی چاہیے تاکہ مال پرانا قیمت زیادہ کے مصداق ہوسکے اور زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے استفادہ کرسکیں۔ اور مولانا مبارک حسین مصباحی نے عصر حاضر کے سلگتے مسائل پہ خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ طلاق ثلاثہ، یکساں سول کوڈ جیسے مسائل سامنے لاکر حکومت اپنی ناکامی چھپانے کی سعی لاحاصل اور شریعت میں مداخلت کی بے جا کوشش کررہی ہے۔ جسے ہم ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔

اس موقع پہ اہل سنت کی صلاح وفلاح کے لیے دیگر علمائے کرام اور دانشوران عظام کی جانب سے پیش کردہ نمائندہ تجاویز حسب ذیل ہیں:

(۱) تاریخ اسلام پہ کتاب (۲) صحابہ کرام و تابعین عظام کی سوانح (۳) سلاسل اربعہ کے علاوہ دیگر بزرگوں کے کوائف (۴) جدید ذرائع ابلاغ کا شرعی استعمال (۵) عوام کے مابین طلاق اور ان جیسے حساس مسائل کی وضاحت (۶) فتح مکہ، صلح حدیبیہ اور میثاق مدینہ کا ذکر (۷) جمعہ کے روز مساجد میں لوگوں کی جلد پہنچنے کی ترغیب (۸) ہر جمعہ میں ایک نئے خطیب کی تقریر (۹) تھنک ٹینک کا قیام (۱۰) اسلام کی جانب سے عطاکردہ عورتوں کے حقوق کی وضاحت اور اس پہ عمل (۱۱) ہر حال میں راضی بہ رضا۔

اخیر میں رئیس القلم حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی نے فرمایا کہ پروگرام میں موجود ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ قوم کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنا شروع کردے۔ اب مزید افراد کے انتظار کی چنداں ضرورت نہیں۔

کانفرنس کی سرپرستی گل گلزار برکاتیت، پیر طریقت رہبر شریعت، حضور رفیق ملت حضرت سید نجیب حیدر نوری دامت برکاتہم القدسیہ، سجادہ نشیں خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ نے فرمائی۔ جبکہ صدارت امان اہل سنت حضرت مولانا سید محمد امان میاں قادری، ولی عہد خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ و ڈائرکٹر البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ نے کی اور ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی، جوائنٹ سکریٹری البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی، علی گڑھ نے نظامت کے فرائض انجام دیے۔ کانفرنس کا اختتام محقق مسائل جدیدہ حضرت مفتی نظام الدین رضوی کی دعا پہ ہوا۔ اس موقع پہ حضرت سید محمد افضل میاں اے ڈی جی لوک آیکت بھوپال، ڈاکٹر فہیم عثمان صدیقی، مفتی محمد سلیم بریلوی، مولانا دلشاد احمد بدایونی، مولانا یوسف رضا قادری، مولانا انوار احمد بغدادی، مولانا توفیق احسن برکاتی، مولانا عارف برکاتی، ڈاکٹر مشاہد حسین رضوی، مولانا افروز قادری چریاکوٹی، سید محمد قادری، ڈاکٹر اخلاق عثمانی، انجینئر شجاعت علی، مولانا توحید احمد برکاتی، مولانا سید نور عالم مصباحی، مولانا حسن مرکزی، مولانا مدثر جامعی، رضاالحق برکاتی سمیت اہل سنت کے نوجوان خطبا اور ماہناموں کے ایڈیٹران، جامعہ احسن البرکات کے اساتذہ اور البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ کے علمائے کرام موجود تھے۔

از: رضاءالحق، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

یتیم خانہ صفویہ کرنیل گنج گونڈہ میں دوروزہ عظیم الشان پروگرام مشاعرہ، سیمینار اور کانفرنس

بیادگار چودہ سو سالہ جشن ولادت زین العبا حضرت زین العابدین عابد بن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

بے پناہ مبارک بادیوں کے مستحق ہیں مرشد طریقت دار العلوم یتیم خانہ صفویہ کرنیل گنج کے سربراہِ اعلیٰ حضرت سید شاہ شعیب العلیم بقائی دامت برکاتہم العالیہ کہ انھوں نے ۲/۳ نومبر ۲۰۱۶ء کو چودہ سو سالہ جشن ولادت حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انعقاد فرمایا۔ اس عظیم الشان پروگرام کی وجہ سے جہانِ اہلِ سنت میں حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے مخفی گوشے سامنے آئے۔ اہلِ علم اور عوامِ اہلِ سنت میں ان کی حیات، افکار اور معمولات کے تعلق سے بیداری کی لہر پیدا ہوئی، اس یادگار جشن کی سرپرستی شہزادۂ شہید راہِ مدینہ حضرت علامہ سید شاہ معین الدین اشرف اشرفی جیلانی معروف بہ معین میاں سجادہ نشیں خانقاہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ نے فرمائی اور منصبِ صدارت پر شہزادۂ حضور حافظِ ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ مصباحی سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور جلوہ گر تھے۔

۱۴۳۸ھ ماہ صفر کی ابتدا میں سید سجاد حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کے ۱۴۰۰ سال مکمل ہو رہے ہیں، اسی مناسبت سے آپ کی حیات و خدمات کو عام کرنے کے عظیم مقصد کے پیشِ نظر دار العلوم کے جلسۂ دستار بندی کا اہتمام کیا گیا۔ زین العبا کانفرنس تین نشستوں میں منعقد ہوئی۔

۲ نومبر ۲۰۱۶ء بروز بدھ بعد نماز عشا آل انڈیا نعتیہ اور منقبتی مشاعرہ منعقد ہوا جس میں ملک کے شہرت یافتہ شعرائے کرام نے شرکت فرمائی۔ مشاعرے کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا اور پہلی نعت قاری ممتاز احمد عزیزی استاذ دار العلوم ہذا نے پیش فرمانے کی سعادت حاصل کی۔ مشاعرہ کامیابی کی منازل طے کرتا ہوا قبل فجر اپنی منزل پر پہنچا اور اس کا اختتام سلام کے بعد صدر مشاعرہ حضرت مولانا انیس احمد کی دعا پر ہوا۔

۳ نومبر ۲۰۱۶ء بروز جمعرات بعد نماز ظہر ایک سیمینار منعقد ہوا جس کی صدارت حضرت علامہ انیس احمد اشرفی خطیب و امام مسجد اشرف العلما قدوائی نگر ممبئی نے فرمائی اور نظامت کے فرائض ڈاکٹر حفیظ الرحمن مصباحی بانی صوفی فاؤنڈیشن دہلی نے فرمائی، جس میں ملک کے مشہور و معروف دانشوروں نے اپنے اپنے مقالات میں حضرت امام زین العابدین کی شخصیت کے مختلف گوشوں پر تفصیلی گفتگو فرمائی۔ حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی چیف ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور نے "سیرت امام زین العابدین کی عصری معنویت" کے عنوان پر اپنے مقالے کی تلخیص بیان کرتے ہوئے فرمایا: دار العلوم یتیم خانہ صفویہ نے سید سجاد حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ۱۴۰۰ چودہ سو سالہ جشن ولادت کے اہتمام سے ہمیں یہ موقع فراہم فرمایا ہے کہ ہم واقعاتِ کربلا کے بعد حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے ذریعہ اصل اسلام ہم تک پہنچا ہے، کی حیات و خدمات کو عام کریں اور عوام کو اس سے روشناس کرائیں کیوں کہ اس نفس پرستی کے دور میں اس کی بے انتہا ضرورت ہے۔ حضرت مولانا ذیشان احمد مصباحی لکچرر جامعہ عارفیہ سید سراواں الہ آباد نے "صحیفہ سجادیہ ایک تعارفی و تنقیدی مطالعہ" کے عنوان پر گفتگو کرتے ہوئے سید سجاد کے صحیفوں کی معنویت اور اہمیت سے متعارف کراتے ہوئے ایک تنقیدی مقالے کی تلخیص پیش فرمائی۔ ڈاکٹر ممتاز عالم رضوی بیورو چیف دہلی روزنامہ انقلاب نے "حیات و خدمات امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ"، جناب ڈاکٹر سعدی مصطفیٰ علوی لکچرر شعبۂ فارسی لکھنؤ یونیورسٹی نے "پیکر جمال و کمال حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ"، حضرت مولانا ساجد رضا مصباحی لکچرر جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف ضلع اٹاوہ نے "امام زین العابدین پیکر صبر و استقامت" اور حضرت مولانا ابو العاص حسن مصباحی نے "امام عالی مقام کے بعد امامت کی امامت و قیادت" کے موضوع پر جامع اور سیر حاصل بحث فرمائی۔ سیمینار کے اختتام پر حضرت مولانا مفتی مبارک حسین مصباحی نے انتہائی رقت انگیز دعا فرمائی۔

دار العلوم یتیم خانہ صفویہ کی جدید دو منزلہ دیدہ زیب اور عالیشان عمارت کا افتتاح حضرت مولانا سید معین اشرف اشرفی جیلانی المعروف بہ معین میاں سجادہ نشین کچھوچھہ مقدسہ نے اپنے دست مبارک سے کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائی۔ اس افتتاحی تقریب میں سیکڑوں کی تعداد میں سلسلۂ عالیہ بقائیہ کے مریدین اور عوامِ اہلِ سنت موجود رہے۔

۳ نومبر ۲۰۱۶ء بروز جمعرات بعد نماز عشا اجلاس عام منعقد ہوا جس کی ابتدا بعد نماز عشا سربراہ اعلیٰ دار العلوم یتیم خانہ صفویہ حضور سید شاہ شعیب العلیم بقائی کی سرپرستی اور منیجر دار العلوم ہذا سید عابد بقائی کی قیادت میں مدرسہ کے اساتذہ کرام و طلبہ اور عوام الناس کے جم غفیر کے ساتھ جلوس سجادیہ کی شکل میں دار العلوم کے صدر دروازے باب مشہودی سے روانہ ہوا جس میں پرچم سجادیہ ہاتھوں میں لے کر نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت کی صداؤں میں جلسہ گاہ تک پہنچا جہاں گلاب کی پنکھڑیوں

سے حضرت امام زین العابدین کے چودہ سوسالہ جشن ولادت کا اعلان سرپرست اعلیٰ دارالعلوم نے کیا اور مولانا نورالنبی استاذ دارالعلوم کی دعا پر جلوس کا اختتام ہوا۔ قاری محمد احمد کی تلاوت قرآن پاک اور نعت پاک سے جلسے کا آغاز ہوا، ناظم جلسہ نے اجلاس کے اغراض ومقاصد سے حاضرین کو متعارف کیا۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن بقائی خطیب وامام مسجد خیرانی روڈ ممبئ نے چشتی مشرب کے مشہور صوفی بزرگ اور بانیٔ دارالعلوم یتیم خانہ صفویہ آقائی ومولائی حضرت سید شاہ عبدالعلیم بقائی علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات وخدمات اور دارالعلوم کی تعلیم وتربیت اور دینی وروحانی تبلیغی مشن سے حاضرین اجلاس کو روشناس کرایا۔

آخر میں سربراہ اعلیٰ دارالعلوم یتیم خانہ صفویہ حضرت سید شاہ شعیب العلیم بقائی نے تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور حاضرین اور تمام عالم اسلام کو حضرت امام زین العابدین کے ۱۴۰۰ سالہ جشن ولادت کی مبارک باد پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ رب کریم کے کرم اور رحمت عالم کا یہ صدقہ ہے جس نے مجھے بیمار کربلا سید سجاد کے چودہ سوسالہ جشن ولادت کے تقریب کی سعادت عطا فرمائی۔ بارگاہ ایزدی میں دعا گو ہوں کہ وہ حضرت سید سجاد کے طفیل میں میری اس ادنیٰ سی کوشش کو قبول فرمالے۔ سربراہ اعلیٰ دارالعلوم یتیم خانہ صفویہ نے شہزادۂ شہید راہ مدینہ حضرت مولانا سید معین اشرف اشرفی جیلانی المعروف بہ معین میاں سجادہ نشین کچھوچھہ مقدسہ کی خدمت میں ان کی دینی وملی خدمات کے اعتراف میں دارالعلوم کے اساتذہ اور کرنیل گنج کی عوام کی جانب سے ایک سپاس نامہ پیش کیا اور ہزاروں کی تعداد میں موجود سامعین کو حضرت کی ملی خدمات سے روشناس کرایا۔ سپاس نامہ پاکر حضرت نے بھری کانفرنس میں ملک وملت کے لیے دعا فرمائی۔ اسی کے ساتھ شہزادۂ مجاہد دوراں حضرت سید شاہ ظفر مسعود احمد دام ظلہ العالی کی بارگاہ میں یادگار سند اعزاز یہ پیش کی گئی۔ اجلاس میں شرکت کے لیے ملک کے مختلف گوشوں سے تشریف لائے ہوئے مشاہیر علماے کرام، خطباے عظام اور دانشوران ملت اسلامیہ کی خدمت میں عقیدت ومحبت کے اعتراف میں اعزاز یہ پیش فرمایا۔

حضرت مولانا مسعود احمد برکاتی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ نے حقوق والدین اور اساتذۂ کرام کے تعلق سے ہماری ذمہ داریوں پر روشنی ڈالتے ہوئے اصلاح معاشرہ پر بہت جامع گفتگو فرمائی۔

معروف ادیب وخطیب حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور نے اپنا مکمل خطاب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظیم شخصیت اور بلند پایہ کردار ومعمولات کے حوالے سے فرمایا، آپ نے صاحب سجادہ حضرت سربراہ اعلیٰ دار العلوم یتیم خانہ صفویہ حضرت سید شاہ شعیب العلیم بقائی دامت برکاتہم العالیہ کو مجمع عام میں بے شمار مبارک بادیاں پیش فرمائیں کہ انھوں نے سرزمین ہند میں اہل سنت میں سب سے پہلے حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چودہ سوسالہ جشن ولادت کا آغاز فرمایا، آپ نے مزید فرمایا کہ اب ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس تحریک کو آگے بڑھائیں اور جگہ جگہ حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعلق سے پروگرام کرائیں آپ نے ان کی عبادت وریاضت، زہد وورع، صبر وتحمل اور جود وسخا کو ان کے مقدس احوال کی روشنی میں پیش فرمایا۔ حضرت مولانا مصباحی نے فرمایا کہ حضرت زین العابدین کا وجود مسعود تن تنہا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل کی ضمانت تھا، آج دنیا میں جہاں جہاں حسینی سادات کرام ہیں ان میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آپ کے وجود مسعود کا بھی بنیادی حصہ ہے۔

مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن لندن نے اپنے خطاب میں عالمی منظر نامہ کے حوالے سے فرمایا کہ جب اسلام اندلس اور غرناطہ سے ختم کیا جا رہا تھا اور مسلمانوں کا وجود مٹایا جا رہا تھا تو ٹھیک اسی عہد میں مسلمان تاجروں کی تبلیغ سے انڈونیشیا کے افق پر خورشید اسلام طلوع ہو رہا تھا۔ جن لوگوں نے بغداد اور خلافت عباسیہ کو تباہ وبرباد کیا اللہ نے انھیں لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی توفیق بخشی۔ دامن اسلام سے وابستہ ہونے کے بعد ان لوگوں نے کئی اسلامی سلطنتوں کی بنیاد رکھی اور اسلامی نظام کو نافذ کیا۔ لہٰذا مسلمانوں کو کسی بھی حال میں مایوس اور پژمردہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ آج ضرورت ہے کہ ہم مسلمان اپنے زندگی وبندگی میں خلوص دل سے اسلامی تعلیمات کو داخل کریں اور عالم اسلام کو رسول ﷺ کی تعلیمات سے روشناس کرائیں۔ اس کے اثرات اور رب کائنات کی تائید رحمت کا نظارہ ہم خود کریں گے۔

حضرت علامہ عبید اللہ اعظمی سابق ایم پی (راجیہ سبھا) نے اپنے خطاب میں تفصیل کے ساتھ حضرت امام زین العابدین کی حیات مبارکہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت سیدنا امام زین العابدین کی عظمت ورفعت شان ان کے القابات ہی سے ظاہر وواضح ہیں۔ مشیت ربی تھی جو آپ کربلا میں بیمار ہوئے تاکہ محبوب رب العالمین کی نسل دنیا میں باقی رہے اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومیت وشہادت دنیا کے سامنے اپنی حقانیت کے ساتھ واضح اور آشکار ہو۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یزیدی ظلم وحیوانیت کے اصل راوی اور چشم دید شاہد ہیں۔ اگر امام زین العابدین نہ ہوتے تو واقعۂ کربلا کے بارے میں اور مابعد کربلا کے تعلق سے جو کچھ اموی حکومت اور یزیدی مورخین دنیا کو بتلاتے اسی کو پوری دنیا حق سمجھتی۔ واقعہ کربلا کی اصل حقیقت سے امام زین العابدین نے ہی دنیا کو روشناس کرایا۔ اگر وہ نہ ہوتے تو دنیا کو تاریخ کربلا کون بتاتا، کون بتاتا کہ چھ مہینے کے علی اصغر کو کس طرح شہید کیا گیا، کون بتاتا کہ شہیدوں کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے گئے اور نیزوں پر اچھالا گیا، کون بتاتا کہ یزید نے کس طرح حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کے ساتھ بے حرمتی کی۔ شام سے واپسی کے بعد تاحیات ۳۵؍ سالوں تک لوگوں میں اپنے نانا کے دین کی تبلیغ فرمائی اور اس کی اصل شکل میں ہم تک پہنچایا ورنہ ہمارے پاس کچھ بھی نہ بچتا۔ یہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بابرکت ذات گرامی ہے کہ اسلام اپنی اصل شکل میں دنیا میں موجود ہے۔ علامہ نے کہا کہ واقعات کربلا سے دنیا کو یہ پیغام ملا کہ صبر کی تلوار سے ظلم کا سر کیسے کاٹا جا سکتا ہے۔ کربلا میں صبر نے جبر کو جو شکست دی وہ دنیا کے لیے نمونۂ حیات بن گئی۔ خطیب الہند نے موجودہ مسائل کے تناظر میں اسلام میں طلاق کیا ہے اور کب دینی چاہیے نیز کس طرح دینی چاہیے کے تعلق سے بھرپور روشنی ڈالی اور علمائے دین واعظین سے اپیل کی کہ مسلم معاشرے میں طلاق کے تعلق سے صحیح اسلامی طریقہ پہنچا کر مسلمانوں کو اس ضمن میں صحیح طریقہ اختیار کرنے کی ترغیب دیں اور فرمایا کہ حکومت یا کسی ادارے یا فرد کی کوئی مداخلت جو اسلامی شریعت اور مسلم پرسنل لا کے تعلق سے ہو ہم کبھی برداشت نہیں کریں گے۔

کانفرنس میں ملک کے مشاہیر علمائے کرام حضرت علامہ قاری جلال الدین قادری ناظم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ روناہی، فیض آباد، حضرت علامہ عبدالحق رضوی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، حضرت مولانا اعجاز احمد کشمیری امام ہانڈی والی مسجد ممبئی، حضرت علامہ مفتی زاہد علی سلامی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور، حضرت قاری محمد رئیس خاں مہتمم دارالعلوم نورالحق چرہ محمد پور، فیض آباد ودیگر مشاہیر دانشوران ملت اسلامیہ، نامور صحافی وقلم کار اور اہم شخصیتیں زینت جشن رہیں۔

حفاظ وقراء کی دستار بندی کے بعد صدر اجلاس شہزادۂ حضور حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے دعائیہ کلمات پر حسن وخوبی اختتام پذیر ہوا۔

از: ذکی احمد بقائی، کرنیل گنج، ضلع گونڈہ (یوپی)

(ص: ۴۸؍ کا بقیہ)........(الف) این ڈی ٹی وی کی خبر کے مطابق یوپی کے بی جے پی صدر موریہ جی کی لڑکی کے پاس ۲؍ ہزار کے نئے نوٹوں کا بنڈل ۶؍ نومبر ہی کو آ چکا تھا، اور نوٹ سنبھالے ہوئے اس کی تصویر نوٹ بندی کے اعلان سے دو دن پہلے ہی گردش کر رہی تھی۔

(ب) روز نامہ انقلاب ۱۳؍ نومبر ص: ۲ کے مطابق مغربی بنگال میں بی جے پی کی ریاستی شاخ نے ایک کروڑ روپے ایک قومی بینک میں وزیر اعظم کے اعلان سے آٹھ دن قبل جمع کروائے ہیں، اس میں آخری چالیس لاکھ روپے وزیر اعظم کی تقریر سے چند ہی منٹ پہلے جمع ہوئے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس دن بینک کو آٹھ بجے رات تک کھلا رکھا گیا تھا تاکہ یہ رقم جمع ہو سکے۔

(ج) ابھی حال ہی میں الور راجستھان میں کوئی چناؤ ہونا ہے، جس کے بھاجپا امیدوار چاند ناتھ جی کے جلسے میں بابا رام دیو نے شرکت کی، دونوں ایک جگہ محوِ گفتگو ہوئے تو یہ بھول گئے کہ میرے سامنے مائک اور کیمرے بھی لگے ہوئے ہیں، چناں چہ چاند ناتھ جی بابا رام دیو کے کان میں کہتے ہیں: " ارے بڑی مصیبت آ گئی، میرا بھی پیسہ پکڑا گیا، اس لیے کہیں سے پیسے لانے میں بڑی دقت ہو رہی ہے۔ " اس پر بابا رام دیو ان کا ہاتھ پکڑ کر چپ کراتے ہوئے کہتے ہیں: " یہ بات یہاں مت کرو، باؤلے ہو گئے ہو، یہاں مت کرو پھنس جاؤ گے۔ " یہ کلپ وائرل ہے، مگر میڈیا نہیں دکھا رہا ہے۔

(د) ۱۶؍ نومبر کو سابق وزیر کرناٹک اور بی جے پی لیڈر جناردن ریڈی کی بیٹی کی شادی تھی، جس میں بنوائے گئے سونے کی پلیٹوں کے دعوت نامے کی قیمت ایک کروڑ روپے، دلھن کی ساڑی کی قیمت ۱۷؍ کروڑ روپے، دلھن کے زیورات کی قیمت ۹۰؍ کروڑ روپے، حفاظتی دستوں اور پولیس والوں پر ۳۳؍ ہزار روپے اس کے علاوہ مزید اخراجات بھی تھے جن کا کل خرچ پانچ ارب آتا ہے۔ (روز نامہ انقلاب ۱۷؍ نومبر، ص: ۱۳)

جناب نریندر مودی! اگر مذکورہ دعوے اور اس کے دلائل وشواہد درست ہیں تو اب ہمیں یہ پوچھنے کا حق ملنا ہی چاہیے کہ جب ۷۲؍ فیصد غیر ملکی کھاتے والوں سے یوں صرفِ نظر کر لیا، بقیہ ۲۸؍ فیصد میں سے بڑے بڑے بدعنوانوں کو تو پہلے ہی آپ نے چور دروازے سے باہر نکال دیا تو اب کالے دھن کے نام پر کالی کمائی کہاں سے نکلوانا چاہتے ہیں، متوسط درجے کے شہریوں سے یا ان لوگوں سے جو صحیح سے کالے دھن کا مفہوم بھی نہیں جانتے۔؟

از: محمد فیضان سرور اورنگ آبادی
متعلّم جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

ہدایت نگر پیلی بھیت میں سالانہ عرس اعلیٰ حضرت و آل انڈیا مفتی اعظم ہند کانفرنس

۲۷/۲۸/ اکتوبر ۲۰۱۶ء کو سرچشمۂ ہدایت الجامعۃ الرضویہ مدینۃ الاسلام ہدایت نگر پیلی بھیت شریف یو پی میں سالانہ عرس اعلیٰ حضرت و آل انڈیا مفتی اعظم ہند کانفرنس، عرس شمس الفیوض حضرت الحاج محمد ہدایت رسول، عرس محدث پیلی بھیت فاضل مصر مفتی کرامت رسول نوری میاں ازہری، وجشن دستار بندی بڑے ہی تزک واحتشام کے ساتھ منایا گیا ۲۷/ اکتوبر کو ہندوستان کے کثیر شعرائے کرام نے شرکت فرمائی۔ اورمصرع طرح پر تبع آزمائی فرمائی مصرع طرح تھا:

”کبھی تو ہاتھ آجائے گا دامن انکی رحمت کا“

۲۸/ اکتوبر کو بعد نماز عشا آل اندیا مفتی اعظم ہند کانفرنس واعراس وجشن کا پروگرام منعقد ہوا۔ کانفرنس کا آغاز مولانا قاری شریف احمد رضوی نے تلاوت کلام ربانی سے کیا حافظ رضائے رسول شامول امانتی، مدرس مدینۃ الاسلام، حافظ رجب علی امانتی، حافظ حسام الدین مدرس مدینۃ الاسلام، قاری شان رضا بریلوی، عابد رضا رامپوری، صوفی فتح محمد ممبئی، دولت رسول خاں امانتی، محمد اعظم امانتی رودر پوری، مناظر بدایونی، حافظ شاہد کھمریا، قاری حامد امانتی، فاروق مدناپوری۔

محشر بریلوی، عثمان ہارونی، اصغر ثاقب جوڑی الہ آبادی نے نعت و مناقب نرالے انداز میں پڑھ کر سامعین کو مسرور فرمایا۔ نبیرۂ شیر بیشۂ سنت سید بلاغت رسول ممبئی، مولانا محبوب رضا تلسی پور، مولوی داؤد عباس جیت پوری، مولانا محمد عارف رام پوری، مولوی علی احمد مدرس عزیز العلوم نانپارہ، مولانا عارف مصباحی غازی آباد نے اپنے بیانات سے حاضرین کو محظوظ کیا۔

مولوی عاشق رضا امانتی مدناپوری ثم مدنی مدینے پاک سے آئے ہوئے، مولانا رفیع الدین، مولانا احمد رضا منظری نے مشائخ مارہرہ سرپرست کانفرنس حضور امین ملت تاجدار مارہرہ کی شان وعظمت رسول اکرم کی عترت پر آیاتِ قرآنی سے روشنی ڈالی حضور امین ملت پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ نے درجنوں علماو مشائخ ومفتیان کرام کی موجودگی میں امنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح مجمع سے خطاب فرمایا اور ۶۶ تولہ چاندی کا گنبد اعلیٰ حضرت مُجدّدِ مأۃ حاضرہ مفتی اعظم ہند ایوارڈ اپنی جانب سے امانتِ مسلکِ اعلیٰحضرت مولانا قاری محمد امانت رسول رضوی کو عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ دس ملکوں کے پانچ سو علما نے قاری امانت رسول کی لکھی ہوئی تصنیف ”علما و مشائخ عالم کی نظر میں پندرہویں صدی کا مجدد“ پر تصدیق فرمائی اور دنیا بھر کے علما کو جمع کیا علما نے فیصلہ کیا حضور مفتی اعظم ہند پندرہویں صدی کے مجدد ہیں اس میں پہل کرنے کا سہرا امانت اعلیٰ کے سر رہا لہٰذا اس عظیم کارنامہ پر مُجدّد مأۃ حاضرہ مفتی اعظم ہند ایوارڈ خانقاہ برکاتیہ کی طرف سے سید محمد امین برکاتی پیش کرتا ہے۔

امانت اعلیٰ حضرت کی لکھی ہوئی دو تصنیفات ”علما و مشائخ عالم کی نظر میں پندرہویں صدی کا مجدد“ اور ”سوانح غوث الثقلین“ کا حضور امین ملت نے اجرا فرمایا اور مدینۃ الاسلام سے فارغ ہونے والے طلبہ کی دستار بندی بھی فرمائی۔ حضور امین ملت نے صلاۃ وسلام کے بعد ملک و ملت کے لیے مخصوص دعا فرمائی۔ شہزادۂ حضور امین ملت مخدوم ملت حضرت مولانا سید شاہ محمد امان میاں ولی عہد خانقاہ برکاتیہ مارہرہ، حضرت سید قمر میاں بلگرامی، حضرت سید راشد میاں بلگرامی، حضرت سید محمد اسلم برادر حضرت سید شاہ حسین میاں سجادہ نشین خانقاہ واحدیہ بلگرام شریف حضرت سید عبد العزیز میاں سجادہ نشین خانقاہ بھٹپورہ شریف حضرت حافظ عبد الحفیظ میاں برادر حضرت شاہ منے میاں سجادہ نشین خانقاہ حضور شاہ جی میاں، مولانا نسیم مصباحی بہیڑوی، مولانا ذاکر نعیمی مرادآبادی، مولانا غلام نبی رام پوری، مولانا سعید اختر بھوجپوری، مفتی محمد عمران حنفی، مولانا سید مقیم الرحمٰن بلاسپوری، مولانا سخاوت حسین مرادآبادی، مولانا فیض النبی، قاری شریف احمد رضوی مفتی شعبان، مولانا رئیس احمد نیوریا، مولانا غلام نبیہ احمد بریلوی، مفتی انیس بریلوی، مولانا حبیب احمد مدرس گلشن فاطمہ، مولانا اکرام امانتی کوٹا، نے بھی اپنی تقریروں سے سامعین کو نوازا۔ شہنشاہ مدینہ ﷺ کی چھ انچ لمبی زلف شریف حضرت امام حسن حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے موئے مبارک اور حضور غوث الثقلین کے موئے مبارک کی زیارت کرائی گئی سرکار مارہرہ، سرکار اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم ہند اور قطب مدینہ کے تبرکات بھی دکھائے گئے اس کانفرنس کی نظامت مولانا حسان رضا رضوی اور مولانا ناظر رضا تحسینی نے فرمائی۔

از: رضائے رسول شامول امانتی پیلی بھیتی

سیکٹرجی کالونی علی گنج میں جشن عید میلادالنبی ﷺ

جو اللہ کے دین کی مدد کرتا ہے اللہ اس کی مدد کرتا ہے۔ دین اسلام کے مطابق زندگی گزارنا ہی دراصل دین کی مدد ہے۔ مسلمانوں پر جو آفتیں ٹوٹی ہیں یہ ان کے سیاہ کرتوتوں کا نتیجہ ہے، مسلمان دین کا پابند ہوجائے تو کوئی بھی طاقت ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ ان خیالات کا اظہار مفتی شمس الدین قادری راجستھان نے کیا۔ وہ یہاں انجمن رضائے مصطفی کے تحت سیکٹر جی کالونی علی گنج میں منعقد "جشن عید میلادالنبی ﷺ" کو خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام زبردستی نہیں بلکہ اخلاق کے زور پر پھیلا ہے۔ یہ اخلاق کی ہی تاثیر تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے ۲۳؍سال کے قلیل عرصہ میں ایک لاکھ سے زائد قلوب کو نور ایمان سے منور کر دیا۔ خود خواجہ غریب نواز نے اسی اخلاق کی بدولت نوے لاکھ افراد کو اسلام سے وابستہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ داعیان دین اخلاق، حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچائیں۔ انہوں نے کہا کہ پیغمبر اسلام ﷺ پر پہلی وحی تعلیم سے متعلق نازل ہوئی لیکن تعلیمی میدان میں مسلمان بہت پیچھے ہیں کیونکہ ہم نے قرآن کے پیغام کو سمجھا ہی نہیں۔ انہوں نے کہا کہ عورت عورت کے دائرے ہی میں رہے یہی اس کے لئے بہتر ہے، مسلمان اپنی بچیوں کو تعلیم دلائیں مگر اسلامی حدود کی پاسداری کے ساتھ۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کی تلاوت سے دلوں کا تزکیہ ہوتا ہے لیکن مسلمان تلاوت قرآن سے غافل ہو چکے ہیں اور قرآن پڑھنے کا ٹھیکہ مدرسوں کو دے دیا گیا ہے۔ والدین کے حقوق کو اجاگر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ والدین کے حقوق منصوص ہیں ہمیں قرآنی حکم کے مطابق ماں باپ کے حقوق کا خیال رکھنا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ آج کچھ لوگ پیر صاحب کی بڑی تعظیم کرتے ہیں لیکن ماں باپ کی عزت نہیں کرتے۔ والدین کو ناخوش رکھ کر صرف پیر صاحب کی خدمت سے جنت نہیں ملے گی۔

مولانا محمد عرفان قادری نے اپنے خطاب میں کہا کہ دین کا کام توفیق الٰہی کے بغیر ممکن نہیں، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو دین کے کام میں پیش پیش رہتے ہیں۔ انجمن رضائے مصطفی کے اراکین کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے مولانا قادری نے کہا کہ ہمارا ہر دینی کام اللہ کی رضا کے لئے ہونا چاہئے۔ مولانا محمد عظیم ازہری نے کہا کہ ہمیں اپنے بچوں کو سب سے پہلے قرآن کی تعلیم سے آراستہ کرنا چاہئے کیونکہ قرآن ہمارے لئے دونوں جہان کی کامیابی و کامرانی کا وسیلہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ دینی جلسے اصلاح معاشرہ کا اہم ذریعہ ہیں اس لیے ہمیں ان جلسوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے۔ جشن کو قاری نور محمد اشرفی، قاری سید منصور حسامی نے بھی خطاب کیا۔ جشن کی سرپرستی مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن کے پرنسپل قاری ذاکر علی قادری، صدارت قاری غلام غوث الوریٰ برکاتی اور نظامت قاری مجیب الرحمٰن بارہ بنکوی نے کی۔ اس سے قبل جشن کا آغاز قاری منور علی کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ قاری جہانگیر عالم گونڈوی، قاری امان المصطفیٰ، قاری فیض عالم، حافظ محمد عرفان رائے بریلوی نے نعت و منقبت پیش کی۔ صلوٰۃ و سلام اور قاری ذاکر علی قادری کی دعا پر جشن کا اختتام ہوا۔ اس موقع پر سید انصاراحمد بانی دارالعلوم ملا احمد جیون امیٹھی، قاری جمیل احمد نظامی، قاری تبریز عالم قادری، رحمت علی نیتا، محمد اسلام الدین، محمد نیاز، محمد فاروق صدیقی، محمد ناز، محمد نظام الدین، محمد موسیٰ ٹینٹ والے، محمد الیاس، محمد سلیم کے علاوہ کثیر تعداد میں لوگ موجود تھے۔

برہی نگر ابلیا میں شہدائے کربلا کانفرنس

۲۱؍اکتوبر ۲۰۱۶ء کو نرہی نگر ضلع بلیا میں حجاج کرام کا جشنِ استقبالیہ بعنوان شہدائے کربلا کانفرنس منعقد ہوا، منصب صدارت پر حضرت قاری مختار احمد عزیزی مہتمم مدرسہ امجدیہ فیض الرسول ناپری بلیا فائض تھے، جب کہ نظامت جناب امجد بنارسی نے فرمائی۔ پروگرام الحاج حیدر علی خاں کے مکان پر ہوا۔

ابتدائی طور پر مقامی شعرا نے پروگرام شروع کیا، اس کے بعد جناب نور مجسم کانپوری اور راقم سطور غلام یزدانی بلیاوی نے نعتیں پڑھیں، گیارہ بجے حضرت ناظم نے معروف خطیب و ادیب حضرت علامہ مفتی شاہ مبارک حسین مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک کو مدعو فرمایا۔ آپ نے ابتدائی طور پر تاریخ کربلا پر خطاب فرمایا، اس کے بعد حج و زیارت کی تاریخ پر روشنی ڈالی، آپ نے فرمایا: حج ایک عظیم جسمانی اور روحانی عبادت ہے۔ حج اگر بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہو گیا تو گویا حج کرنے والا اس طرح ہو گیا جیسے اس نے ابھی ماں کے پیٹ سے جنم لیا ہے۔ حج کرنے والا جب اپنے گھر سے حج کر کے لیے نکلتا ہے تو اس کے ہر ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے نیکیاں ملتی ہیں۔ حرمِ کعبہ اتنا مقدس مقام ہے کہ جب وہاں ایک نیکی کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو ایک لاکھ نیکیاں عطا فرماتا ہے، اسی طرح بندہ جب ایک گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ایک لاکھ گناہ عطا فرماتا ہے۔ حضرت نے اپنے خطاب میں مزید فرمایا کہ حرمِ مدینہ منورہ بھی انتہائی مقدس اور پاکیزہ مقام ہے، جب زائر وہاں ایک نیکی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے

پیارے حبیب ﷺ کے طفیل اسے پچاس ہزار نیکیاں عطا فرماتا ہے، مگر ایک بدی کا بدلہ صرف ایک بدی ہی ہوتا ہے۔

حضرت نے اپنے خطاب میں مزید فرمایا کہ حج اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم اور مقدس عبادت ہے، مگر اس کے تمام ارکان اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی ادائیں ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے عبادت بنا دیا ہے، طوافِ کعبہ ہو، حجرِ اسود کا بوسہ ہو، مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھنا ہو، صفا و مروہ کی سعی ہو، مزدلفہ سے کنکریوں کا اٹھانا ہو، شیطانوں کو کنکریاں مارنا ہو، وقوفِ عرفہ ہو، یا منیٰ میں قربانی کرنا ہو، یہ معمولاتِ انبیاے کرام اور اللہ کے محبوب بندوں کی ادائیں ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے مسلمان بندوں کے لیے حسب درجات مستحب، سنت، واجب اور فرض قرار دیا ہے۔

آپ کے خطاب کے بعد نعت شریف ہوئی اس کے بعد پروگرام کے اصل منتظم ڈاکٹر وجے نارائن عرف گوپال جی سنگھ منیجر شری نرہجی پی جی کالج نرہی نگرا کو مائک پر بلایا گیا۔ انھوں نے اپنے ہندی اردو الفاظ میں حجاجِ کرام کے تعلق سے بڑی اچھی باتیں کیں۔ ان کی تقریر میں بار بار داد دی گئی۔ موصوف نے اپنی تقریر کے بعد حجاجِ کرام کو مصلے، بڑے رومال، ٹوپیاں، عطر اور کھجوریں پیش کیں۔ اسی طرح انھوں نے اپنے مسلم اور غیر مسلم افراد کے ساتھ اسٹیج پر موجود علما، شعرا اور دیگر مندوبین کو انھیں یادگار تحفوں سے نوازا اور اس کے بعد تمام سامعین کو بھی یہ تمام سامان پیش کیے۔ پوری محفل فرحت و مسرت سے شاد کام ہو رہی تھی۔

اس پروگرام کے بعد حضرت مولانا نصر الدین چترویدی کا خطاب ہوا۔ دیگر اہم شرکا میں مولانا انور حقانی بسارکھ پوری، مولانا جلال الدین، مولانا تنویر احمد شمسی، مولانا ارشد رضا مصباحی، مولانا علاء الدین مصباحی، وغیرہ حضرات موجود تھے۔ واضح رہے کہ مقامی حضرات نے بڑی دل چسپی کے ساتھ اس پروگرام کو کامیاب بنایا اور ہندو مسلم اتحاد کا بھی ایک موثر نمونہ سامنے آیا۔

از: غلام یزدانی بلیاوی

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ایم. ایس. او. کا پروگرام

بروز اتوار بتاریخ ۲۰ نومبر ۲۰۱۶ء ایم ایس او (مسلم اسٹوڈینٹس آرگنائزیشن) کے زیر اہتمام جلسہ بنام "حالات حاضرہ اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں" میں مولانا مبارک حسین مصباحی (چیف ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ) کی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی آمد ہوئی. اس موقع پر آپ نے طلبہ سے مذکورہ عنوان پر خطاب فرمایا اور ہندوستان کے موجودہ حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کی ذمہ داریوں پر گفتگو کی، سچر کمیٹی کی رپورٹ کے حوالے سے مسلمانوں کی پسماندگی کی اصل وجہ تعلیم و تعلم کے میدان میں ان کی شکست اور تعلیم کے مواقع کی عدم فراہمی بتائی۔ اور طلبہ کو محنت و لگن سے تعلیم حاصل کرنے اور موقع کو غنیمت جاننے کی اپیل کی اور یہ کہ یونیورسٹیز کے طلبہ عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیمات سے بھی لیس ہوں پھر ایم ایس او یونٹ علی گڑھ کے کارکن طلبہ کی دینی خدمات کو سراہتے ہوئے، انہیں حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے ارشاد "اتحاد زندگی ہے اور اختلاف موت" کو نظر میں رکھنے اور باہم اتحاد و اتفاق کے ساتھ دین و سنیت کا پیغام عام کرنے کی نصیحت فرمائی. جلسہ میں ایم ایس او یونٹ علی گڑھ کے موجودہ صدر مولانا امتیاز مصباحی، جنرل سکریٹری عالیجناب فضل کشمیری اور دیگر ارکان ایم ایس او موجود تھے. جلسے کا اختتام صلاۃ و سلام اور مولانا مبارک حسین مصباحی کی دعا پر ہوا۔

از: محمد جاوید عالم مصباحی، (ریسرچ اسکالر شعبہء عربی ادب، اے ایم یو وکنویز ایم ایس او یونٹ علی گڑھ)

مظفر پور میں شفیع محشر کانفرنس

ہر سال کی طرح امسال بھی دار العلوم سلمانیہ مسلم یتیم خانہ، پٹھان ٹولی، دامودر پور، مظفر پور (بہار) کے زیر اہتمام یکم نومبر ۲۰۱۶ء کو اپنی روایتی شان و شوکت کے ساتھ یک روزہ شفیع محشر کانفرنس و ۲۳/واں سالانہ جلسہ دستار بندی منعقد ہوا۔ جس میں ملک و ملت کے نامور علما، خطبا، شعرا اور دانشوران قوم کا حسین قافلہ صحن جامعہ میں اترا۔

بعد نماز عشا قاری محمد بلال اشرف نقشبندی نے تلاوت کلام اللہ سے جلسے کا آغاز کیا شاعر اسلام جوہر مظفر پوری، محفوظ کامل، مشتاق نوری، نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں نعتیہ کلام پیش کیا۔ ابتدائی تقریر حضرت مولانا علیم الدین برکاتی نیپال کی اصلاح معاشرہ پر ہوئی۔ پھر قیصر مظفر پوری کی نعت خوانی کے بعد حضرت مولانا مفتی جمال اشرف نقشبندی مصباحی کا خطاب ہوا۔ خصوصی شعرا میں شاعر اسلام اکمل و کوثر مظفر پوری، عیسیٰ چھپروی، نے بارگاہ رسالت میں گلہائے عقیدت پیش کیے۔ اور مقرر خصوصی میں حضرت مولانا نعمان اختر فائق الجمالی نوادہ، قاری نثار احمد کلکتہ، حضرت مولانا سلیم اختر بلالی در بھنگہ، حضرت مولانا مظہر الحق چھپرہ، حضرت مولانا مفتی عثمان نیپال۔ اور بھی ان کے علاوہ درجنوں علما شعرا رونق اسٹیج رہے۔ دستار بندی کے بعد حضور علامہ

عبد الحفیظ مصباحی سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ اورالحاج مفتی غلام حیدر قادری مصباحی نقشبندی نے ابھرتا ہوا مسئلہ طلاق ثلاثہ اور یکساں سول کوڈ کا ردّ بلیغ فرمایا اور کھلے لفظوں میں ارشاد فرمایا کہ شریعت اسلامیہ میں مداخلت مسلمان ہرگز ہرگز برداشت نہیں کرسکتے۔ جلسے کی سرپرستی عزیز ملت پیر طریقت حضرت علامہ و مولانا عبد الحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور نے فرمائی اور صدارت پیر طریقت حضرت مولانا مفتی غلام حیدر نقشبندی بانی و مہتمم دارالعلوم سلمانیہ مسلم یتیم خانہ نے فرمائی۔ اور نقابت قاری محبوب عالم گوہر اسلامپوری، اور خورشید الاسلام اسلامپوری نے فرمائی۔

جلسے کے روح رواں حضرت مفتی جمال اشرف نقشبندی مصباحی رہے۔ ان تمام میں قاری معراج عالم نقشبندی، حافظ شاکر اشرف نقشبندی، مولانا طفیل احمد مصباحی، مولانا انجم آزاد مصباحی، قاری عابد حسین نقشبندی وغیرہ کی محنت شامل حال رہی۔ صلاۃ و سلام کے بعد حضور سربراہ اعلیٰ کے دعائیہ کلمات پر جلسے کا اختتام ہوا۔

از۔ محمد جلال اشرف نقشبندی، دارالعلوم سلمانیہ مسلم یتیم خانہ، پٹھان ٹولی، دامودر پور، مظفر پور (بہار)

پرسونی بازار میں صوفی فخر الدین علیہ الرحمہ کا سالانہ عرس

دارالعلوم اہل سنت قدوسیہ فخر العلوم پرسونی بازار میں گذشتہ شب حضرت صوفی سید فخر الدین علیہ الرحمہ کا ۸۹؍ واں سالانہ عرس مقدس و ادارہ کے فارغ ہونے والے طلبہ کی دستار بندی کا پروگرام منعقد ہوا۔ اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے مولانا سید قمر الاسلام نے آج ہم نے بزرگوں کے مشن اور اسلامی پیغام کو فراموش کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر جگہ پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ حضرت سید فخر الدین علیہ الرحمہ نے سیکڑوں میل دور اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر اس پس ماندہ علاقہ کو آباد فرما کر یہاں جو اسلام کی کرنوں کو منور کیا تھا اس کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ لوگ بعد وفات ان کے مزار پر سالانہ سیکڑوں چادر اور مرغ پیش کریں، بلکہ ان کا اصل مشن یہ تھا کہ میرے بعد بھی لوگ اسلامی تعلیمات کو گھر گھر پہنچائیں اور اس پر عمل کریں۔ مولانا قمر الاسلام نے مزید کہا کہ دہلی کی سرزمین پر واقع ایک ادارہ سے مسلم طالب علم نجیب کو اغوا کیا گیا اور ایم پی کی جیل سے آٹھ مسلم لڑکوں کو نکال کر منصوبہ بند طریقے سے انکاؤنٹر کیا گیا، یہ صرف اس لیے ہوا کہ وہ مسلمان تھے، اس پر مسلم نمائندوں کی پراسرار خاموشی اور میڈیا کا چپ رہنا افسوس کا مقام ہے، انھوں نے یہ بھی کہا کہ جو فتنہ فساد کی آگ بھڑکا کر اپنی روٹی سینک رہے ہیں انھیں اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔ بزرگوں اور صوفیوں نے ہمیشہ محبت اور امن کا پیغام دیا ہے۔ مولانا خورشید الاسلام مصباحی اور مولانا شیر محمد قادری نے کہا کہ اللہ کے ولیوں کو کسی چیز کا خوف نہیں ہوتا وہ صرف اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ جلسہ کی نظامت مولانا محمد قاسم مصباحی، صدارت مولانا فخر الدین عزیزی، سرپرستی سید عبد الرب قادری اور سید غلام غوث قادری نے کی۔ اس موقع پر مولانا محمد عمر نظامی، مولانا نور الزماں، مولانا فخر الدین، مفتی محمد صادق مصباحی، مولانا محمد حنیف چترویدی، مولانا غیاث الدین مصباحی، مولانا محمد طاہر عزیزی، مولانا کوثر امام قادری، مولانا اجمل حسین، قاری تاج الدین نیپالی، قاری دل جان سمیت کثیر تعداد میں لوگ موجود تھے، صلاۃ و سلام اور دعا پر جلسہ ختم ہوا۔ اس موقع پر ادارہ سے فارغ ہونے والے طلبہ کی دستار بندی ہوئی اور طالبات کو ردا سے نوازا گیا۔ قرب و جوار کے کثیر تعداد میں علما نے شرکت کی۔

از: نور الہدیٰ مصباحی، لکشمی پور، مہراج گنج

مولانا کلیم اللہ مصباحی کو پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض

مولانا محمد کلیم اللہ برکاتی مصباحی ابن صفی اللہ انصاری ساکن سکھوناڈیہ کو بہار یونیورسٹی نے ان کے تحقیقی مقالے "اردو ادب کے فروغ میں فرزندان اشرفیہ کا حصہ" پر پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی ہے۔ انھوں نے یہ مقالہ پروفیسر ابو منور گیلانی صدر شعبۂ اردو مظفر پور یونیورسٹی کی نگرانی میں مکمل کیا تھا، جن کی بے لوث نوازشات اسکالر کے ساتھ رہیں۔ یہ موضوعِ تحقیق محمد کلیم اللہ مصباحی کے لیے پروفیسر فاروق احمد صدیقی سابق صدر شعبۂ اردو بہار یونیورسٹی نے تجویز کیا تھا اور اس کو منظور کرانے میں کلیدی کردار ادا کیا تھا۔ پروفیسر گیلانی بھی انھیں کی درخواست پر نگراں بننے کے لیے اپنی رضامندی دی تھی۔ پروفیسر صدیقی تک کلیم اللہ مصباحی کی رسائی مولانا عبد المبین نعمانی چریاکوٹی کے ذریعہ ہوئی تھی، اس تحقیقی مقالے کے ممتحن عالمی شہرت کے حامل پروفیسر طلحہ رضوی برق اور ڈاکٹر منظر حسین تھے۔ تقریری امتحان پروفیسر طلحہ رضوی برق نے لیا اور خوب سراہا۔

مذکورہ کامیابی ملنے پر محمد احسن خاں، مولانا سید علی نظامی، مفتی محمد صادق مصباحی، مولانا فیاض احمد مصباحی، مولانا مبارک حسین مصباحی، حافظ انوار الحسن یار علوی، مولانا محب احمد علیمی، مولانا کمال احمد علیمی، مولانا فرید فیضی، مولانا عبد السلام قادری سمیت درجنوں علما نے مولانا ڈاکٹر محمد کلیم اللہ مصباحی کو مبارک باد پیش کرتے ہوئے دعاؤں سے نوازا ہے۔

از: نور الہدیٰ مصباحی، لکشمی پور، مہراج گنج